بسم اللہ الرحمن الرحیم

ٹیلیفون نمبر -۹۱-

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۸۷

آن الفضل بید اللہ یوتیہ من یشاء ❊ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا

الفضل

قادیان

خطبہ نمبر ۵

یوم سہ شنبہ

جلد ۳۲ | ۱۴ ماہ امان ۱۳۲۳ ھش | ۱۸ ربیع الاول ۱۳۶۳ ھ | ۱۴ مارچ ۱۹۴۴ء | نمبر ۶۱

مدینۃ المسیح

قادیان ۱۲ امان - آج صبح ساڑھے نو بجے کے قریب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بذریعہ کار لاہور تشریف لے گئے - حضرت ام المومنین مدظلہا العالی اور حضور ایدہ اللہ کے تینوں حرم بھی ہمراہ تھے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے مع بیگم صاحبہ بھی حضور کے ہمراہ تشریف لے گئے ہیں۔

دس بجے شب بذریعہ فون اطلاع موصول ہوئی ہے کہ حضور ایدہ اللہ کی صحت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے - الحمد للہ - حضرت ام المومنین مدظلہا العالی اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیگر افراد کی صحت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ ثم الحمد للہ -

قادیان سے احمدی مرد اور خواتین بہ تعداد کثیر جلسہ لاہور میں شرکت کے لئے گئیں یہاں سے دو ریزرو بوگیاں لاہور کے لئے لگائی گئی تھیں -

خطبہ جمعہ

چند نہایت ہی اہم باتیں

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۱۰ ماہ امان ۱۳۲۳ ہش مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۴۴ء

مرتبہ:۔ مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

(۱)

حضرت سیدہ ام طاہر احمد صاحبہ کی وفات

اس ہفتے جو میرے گھر میں ایک واقعہ ہوا ہے - یعنی میری بیوی ام طاہر فوت ہوئی ہیں، اس کے متعلق میں دیکھتا ہوں - کہ جماعت میں بہت بڑا درد پایا جاتا ہے - خصوصاً عورتیں اور غریب عورتیں بہت زیادہ اس درد کو محسوس کرتی ہیں - کیونکہ میری یہ بیوی جو فوت ہوئی ہیں - ان کے دل میں غربا کا خیال رکھنے کا مادہ بہت زیادہ پایا جاتا تھا - ان کی بیماری کے لمبے عرصہ میں جماعت نے جس قسم کی

محبت اور ہمدردی

کا اظہار کیا ہے - وہ ایک ایسی ایمان بڑھانے والی بات ہے - جس سے پتہ لگتا ہے - کہ مومن واقعہ میں ایک ہی جسم کے ٹکڑے ہوتے ہیں - بلکہ حق یہ ہے کہ جماعت کی ہمدردی گو دعاؤں کی شکل میں ہی ہوتی تھی - لیکن

قادیان کے لوگوں کے متعلق

جب مجھے معلوم ہوتا - کہ وہ بار بار مسجد میں جمع ہو کر ان کی صحت کے لئے دعائیں کرتے ہیں - تو کئی دفعہ مجھے شک گذرتا کہ ایسا نہ ہو - ہمارا یہ اضطرار خدا کو ناپسند ہو -

جہاں تک

میاں اور بیوی کا تعلق

ہوتا ہے - ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے گھر میں آنے کے لئے چنا - اور ان کی پہلی شادی ہمارے چھوٹے بھائی مبارک احمد مرحوم سے ہوئی تھی - اس لئے ان کا انتخاب گویا خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی کیا ہوا تھا - ۱۹۲۱ء کے شروع میں وہ مجھ سے بیاہی گئیں - اور اب ۱۹۴۴ء میں وہ فوت ہوئی ہیں - اس طرح ۲۳ سال کا لمبا عرصہ انہوں نے میرے ساتھ گذارا - جو لوگ

ہمارے گھر کے حالات

جانتے ہیں - ان کو معلوم ہے - کہ مجھے ان سے شدید محبت تھی - لیکن باوجود اس کے جو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے - اس پر کسی قسم کے شکوہ کا ہمارے دل میں پیدا ہونا ایمان کے بالکل منافی ہو گا - ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہی ہے - ہمیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی تعلیم دی ہے - اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہی تعلیم دی ہے - جب کوئی شخص وفات پا جائے - ہمارا اصل کام یہی ہوتا ہے - کہ ہم کہدیں انا للہ وانا الیہ راجعون یہ کیسی

لطیف تعزیت

ہے - ہمارے رب کی طرف سے - اس سے بڑھ کر بندہ بھلا کیا تعزیت کر سکتا ہے - کہتا تو بندہ ہی ہے انا للہ - مگر سکھانے والا خدا ہے - پس جب خدا تعالیٰ نے یہ سکھایا - اور بندے کے مونہہ سے اسے جاری کیا - تو وہ الفاظ درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہیں - ان الفاظ کے معنے یہ ہیں - کہ مرنے والا اور باقی رہنے والے سب اس کے ہی ہیں - پس اگر وہ اللہ کی چیز تھی - اور ہم بھی اسی کے ہیں - تو اللہ تعالیٰ اگر اپنے ایک غلام کے پاس رکھوائی ہوئی امانت اس سے واپس لے گیا - تو اسے

شکوہ کا کیا حق ہے

مگر یہ پہلا حصہ کچھ استغنا ظاہر کرتا ہے - اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم فرما کر دوسرا حصہ اس کے ساتھ لگا دیا - کہ انا الیہ راجعون - اس طرح اس تعزیت کو مکمل فرما دیا - پہلے فرمایا تھا - کہ اگر ہم تم کو کوئی انعام دیتے ہیں - اور پھر وہ انعام تم سے لے لیتے ہیں - تو تمہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے - کیا کوئی کہہ سکتا ہے - کہ میرے محسن نے فلاں چیز مجھے دی تھی - اور میں اس سے پانچ سال یا دس سال یا بیس سال یا تیس سال یا چالیس یا پچاس سال تک فائدہ اٹھاتا رہا - اس کے بعد وہ اپنی امانت مجھ سے کیوں لے گیا - اس بات پر اسے شکوے کا کیا حق ہے یہ تو اس کا احسان تھا - کہ جتنی مدت وہ چیز اس کے پاس رہی - اس سے وہ پوری طرح فائدہ اٹھاتا رہا - اب اسکے بعد فرماتا ہے کہ یاد رکھو اگر تمہارا کوئی عزیز ہم نے تم سے جدا کر دیا ہے - تو مومن کو یہ بھی تو سوچنا چاہیئے کہ

دنیا سے کسی کا اٹھ جانا

دائمی جدائی کا موجب تو نہیں ہوتا - اگر یہ دائمی جدائی ہوتی اور فرض کرو کہ بعد الموت کوئی زندگی نہ ہوتی تب بھی کیا خدا کا حق نہیں تھا کہ جو چیز اسنے دی ہے وہ اسے واپس لے لیکن وہ زائد وعدہ یہ کرتا ہے کہ انا الیہ راجعون ایک شخص اگر خدا کی خ

ایڈیٹر - غلام نبی

بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے شائع کیا۔

گیا ہے۔ تو ہم بھی ایک دن اسی کیطرف چلے جائینگے۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ کسی نے پہلے سفر طے کر لیا ہے۔ اور کوئی بعد میں سفر کے لئے چل پڑے گا۔ ورنہ منزل مقصود سب کی ایک ہی ہے۔ اور جب

منزل مقصود ایک ہی ہے

تو اس میں گھبراہٹ کی کونسی بات ہے۔ بچے بعض دفعہ تعلیم حاصل کرنے کے ولایت بھیج دیئے جاتے ہیں۔ اب کسی کی زندگی کا کیا اعتبار ہوتا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ ایک یا دو بھی اور زندہ رہیگا۔ نہ والدین جانتے ہیں۔ کہ انہوں نے اتنا عرصہ زندہ رہنا ہے۔ اور نہ وہ جانتے ہیں کہ ان کی زندگی کب تک ہے۔ مگر باوجود اس کے جب لڑکوں کو پڑھنے کے لئے ولایت بھیجا جاتا ہے۔ تو پانچ پانچ چھ چھ بلکہ دس دس سال تک مائیں صبر کرتی ہیں۔ باپ صبر کرتے ہیں۔ اور وہ گھبراہٹ سے کام نہیں لیتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ آخر ہمارے بچے ایک دن آ جائیں گے۔ یا اگر کسی سفر پر کوئی شخص پہلے چل پڑتا ہے۔ اور دوسروں نے بھی وہیں جانا ہوتا ہے تو وہ سمجھتے ہیں۔ ہم چند دن کے بعد اس سے جا ملیں گے۔ جانا تو ہے ہی۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہ پہلے یہ اقرار کرو۔ کہ خدا نے ہم پر جو احسان کیا ہے۔ ہم اس کے شکر گذار ہیں۔ پھر یہ بھی سمجھ لو۔ کہ تم سارے ایک دن خدا کے پاس جمع ہونے والے ہو۔ اور اسکے پاس پہنچکر اکٹھے ہو جاؤ گے۔ پس فرماتا ہے جب تم سارے ایک دن اکٹھے ہونیوالے ہو۔ تو خدا کے فعل پر شکوہ یا جزع فزع کتنی بڑی نادانی ہے۔ اگر تم جزع فزع کرو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ تمہارا اپنے عزیزوں سے آخری اتصال کمزور ہو جائے گا۔ کیونکہ جس خدا کے اختیار میں یہ ہے کہ وہ اگلے جہان میں سب کو اکٹھا کر دے۔ اسی کے اختیار میں یہ بھی ہے کہ وہ اگلے جہان میں بعض کو جدا جدا رکھے۔ پس

مومن کی اصل تعزیت

اناللہ وانا الیہ راجعون ہی ہے۔ باقی جہاں تک جسم کا تعلق ہے۔ جسم جب کٹتا ہے تو ضرور دکھ پاتا ہے۔ صحابہ رضؓ جنگوں میں شہید ہوئے اور اپنی خوشی سے شہید ہوئے۔ آخر بدر یا احد یا احزاب کے موقع پر کون ان کو پکڑ کر لے گیا تھا۔ وہ اپنی خوشی سے گئے۔ اور اپنی خوشی سے شہید ہوئے۔ لیکن جہاں تک جسم کے کٹنے کا سوال ہے۔ ان کو ضرور تکلیف ہوئی۔ پس جسم بیشک دکھ پاتا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ کا بہت بڑا احسان ہوتا ہے اس بندے پر جس کی

رُوح خدا کے آستانہ پر

جھکی رہے اور اس سے کہے کہ اے میرے رب مجھے کوئی شکوہ نہیں۔ تُو نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا۔ یہی عین مصلحت تھی۔ اور یہی چیز میرے لئے بہتر تھی۔ تیرا فعل بالکل درست ہے اور گو مجھے سمجھ میں نہ آئے۔ مگر میں یہی کہتا ہوں کہ تیرا کوئی کام حکمت کے بغیر نہیں۔ میں نے جہاں تک ہو سکا۔

مرحومہ کے علاج کیلئے کوشش

کی۔ لمبی بیماری تھی۔ لیکن اس لمبی بیماری میں خدا تعالےٰ نے مجھے توفیق عطا فرمائی۔ کہ میں نے ان کی ہر طرح خدمت کی اور ان کے علاج کے لئے کوشش کی۔ اس طرح اللہ تعالےٰ نے

میرے لئے ثواب کا ایک موقع

بہم پہنچا دیا۔ اور اس بات کا بھی۔ کہ میاں بیوی میں بعض دفعہ رنجشیں ہو جاتی ہیں۔ خصوصاً جس کی کئی بیویاں ہوں ان میں سے بعض کہہ دیا کرتی ہیں۔ کہ ہم سے محبت نہیں فلاں سے ہے۔ چاہے اس سے زیادہ محبت ہو۔ مگر اس قسم کے شکوے بعض دفعہ پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔ مجھے ان کی اس لمبی بیماری کی وجہ سے بہت تکلیف تھی۔ مگر میں سمجھتا تھا اس کے

کئی فوائد

بھی ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں سمجھتا تھا۔ کم سے کم میری خدمت کی وجہ سے اگر ان کے دل میں اس قسم کا کوئی خیال ہوگا بھی کہ میرا خاوند مجھ سے محبت نہیں کرتا۔ یا میری قدر نہیں کرتا۔ تو یہ خیال اُن کے دل سے جاتا رہے گا۔ اور ان کی وفات اطمینان کی وفات ہوگی۔ اور یہ سمجھتے ہوئے ہوگی۔ کہ میرا خاوند مجھ سے محبت کرتا ہے۔ دُوسری حکمت اس میں یہ تھی۔ کہ ہر انسان سے اپنی زندگی میں

کچھ نہ کچھ غلطیاں

اور کوتاہیاں ہو جاتی ہیں۔ لمبی بیماریاں بیشک انسان کے لئے بڑے دکھ کا موجب ہوتی ہیں مگر لمبی بیماریوں سے مرنے والا بشرطیکہ وہ مومن ہو۔ خدا تعالیٰ کی مغفرت کا مستحق ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی بیماری کے ایام میں توبہ کی توفیق دے دیتا ہے۔ استغفار کی توفیق دے دیتا ہے۔ دُعا کی توفیق دے دیتا ہے اور یہ سب چیزیں مل کر اسکی مغفرت اور ترقی درجات کا باعث بن جاتی ہے۔

تیسری حکمت یہ ہے کہ ایسی لمبی بیماریوں میں چونکہ بیمار کے رشتہ دار بھی کثرت سے دُعائیں کرتے ہیں۔ اسلئے خدا کے حضور جب وہ دُعائیں ظاہری صورت میں قبول ہونے والی نہیں ہوتیں تو وہ اُن دُعاؤں کے بدلہ میں

مرنے والے کی عاقبت

کو درست کر دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ ہم نے اسے دنیا میں تو صحت نہیں دی مگر آخرت میں اس کی رُوح کو صحت دے دی ہے۔

پھر ہمارے ساتھ تو اللہ تعالےٰ کا یہ معاملہ ہے اور در حقیقت تمام کامل اور سچے مومنوں کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ قبل از وقت ایسی خبریں دے دیتا ہے۔ جنکے پورے ہونے پر

رنج میں بھی خوشی کا سامان

پیدا ہو جاتا ہے۔

آج سے بارہ تیرہ سال پہلے میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ام طاہر کا اپریشن ہوا ہے۔ مگر میں نے دیکھا کہ ان کا اپریشن دہلی میں ہوا ہے اور مجھے اطلاع ملی ہے۔ کہ اُن کا ہارٹ فیل ہو گیا ہے۔ میں اس رؤیا کی وجہ سے باوجود اس کے کہ وہ بیمار تھیں اور لمبے عرصہ سے بیمار تھیں۔ اپریشن سے گھبراتا تھا۔ کئی دفعہ بعض دوستوں نے کہا کہ دہلی میں ان کا اپریشن ہو جائے مگر میں رکتا رہا اور چونکہ خواب کی اگر ظاہری شکل بدل جائے تو اس صورت میں بھی وہ بعض دفعہ ٹل جاتی ہے۔ اس لئے ان کو

لاہور کے ہسپتال میں

داخل کر دیا گیا۔ وہاں ایسی صورت پیدا ہو گئی۔ کہ سوائے اپریشن کرنے کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ اپریشن کے بعد دُوسرے دن ان کو دل کی کمزوری کا دورہ ہوا اور خطرہ ہو گیا کہ کہیں ہارٹ فیل نہ ہو جائے۔ اسوقت میں نے ان کے لئے دعا کرنی شروع کر دی۔ جب میں دعا کر رہا تھا تو یکدم مجھے یہ رؤیا یاد آ گیا۔ اور میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ اس ہسپتال کا نام لیڈی ولنگڈن ہاسپٹل ہے اور لیڈی ولنگڈن وائسرائے کی بیوی تھیں جس کا صدر مقام دہلی ہوتا ہے۔ پس رؤیا میں جو دکھایا گیا تھا کہ اُن کا

اپریشن دہلی میں

ہوا۔ اور اسکے بعد ان کا ہارٹ فیل ہو گیا۔ اس سے مراد کہیں ایسا ہسپتال نہ ہو جسکی دہلی سے کوئی نسبت ہو۔ اس سے مجھے سخت تشویش ہوئی اور میں نے ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب سے اس کا ذکر کیا کہ اس خواب کا خیال آ کر مجھے سخت تشویش ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اپنی کوئی تقدیر پوری کرنا چاہتا ہے تو باوجود علم کے آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ میں سمجھتا رہا کہ اس سے مراد شہر دہلی کا ہسپتال ہے۔ مگر اب خوف پیدا ہو رہا ہے کہ کہیں دہلی کے کسی آدمی سے تعلق رکھنے والا ہسپتال مراد نہ ہو۔ بہر حال اسوقت میں نے انکی صحت کے لئے خاص طور پر دُعا شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اسوقت انکو کچھ آرام بھی دے دیا۔ اس کے بعد جب میں جنوری کے آخر میں یہاں آیا تو میں نے ایک اور رؤیا دیکھا۔ جب میں یہاں آیا ہوں اسوقت برابر یہ خبریں آتی رہیں کہ ان کی صحت اچھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت ایسی ہی تھی کہ صحیح حالات کا علم نہ ہو سکا۔ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب اس ہسپتال میں کام کرتے ہیں۔ انہوں نے بڑے اخلاص اور محبت سے تیمارداری میں حصہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے میری نیت اسوقت یہی تھی کہ میں جمعہ پڑھا کر قادیان سے جاؤں اور اگلا جمعہ پھر قادیان میں ہی واپس آ کر پڑھاؤں۔ لیکن ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب نے یہ اطلاعات دینی شروع کیں کہ مریضہ بالکل اچھی ہیں اور چند دن میں انکو ہسپتال سے فارغ کر دیا جائیگا۔ اسوجہ سے میں نے مناسب سمجھا کہ میں اگلے جمعہ تک قادیان ہی ٹھہروں مگر واقعہ یہ تھا۔ کہ اس عرصہ میں ان کا

دوبارہ اپریشن

ہوا تھا اور ان کی صحت گر رہی تھی۔ چنانچہ جمعرات کی شب کو فون آیا کہ انکی حالت بہت نازک ہے

اور میرے نہ آنے کی وجہ سے وہ بہت گھبرا رہی ہیں۔ ڈاکٹر میجر سید حبیب اللہ شاہ صاحب ان کے بھائی ان کو ملنے کے لئے گئے۔ تو انہوں نے آکر شیخ بشیر احمد صاحب کو فون پر ان کی نازک حالت کی اطلاع دی اور مزید کہا۔ کہ وہ مجھے اطلاع کر دیں۔ کہ آپ کے نہ آنے کی وجہ سے مریضہ بہت گھبرائی ہوئی ہیں۔ چنانچہ میں جمعہ پڑھا کر لاہور گیا۔ اور اُس وقت مجھے معلوم ہوا۔ کہ اُن کے پیٹ میں دوبارہ شگاف دیا گیا ہے۔ اور حالت پہلے سے خراب ہے۔

اس

قادیان کے قیام کے ایام میں

جبکہ ان کی صحت کے متعلق مجھے اچھی خبریں آرہی تھیں۔ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ شیخ بشیر احمد صاحب مجھ سے ملنے کے لئے آئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اُم طاہر کا ہارٹ فیل ہو گیا ہے۔ پھر کہنے لگے۔ انہوں نے آپ تک پہنچانے کے لئے مجھے کہا تھا۔ کہ سَو روپیہ فلاں عورت کو دے دیں۔ اور سَو روپیہ فلاں عورت کو دے دیں۔ ایک عورت کا انہوں نے نام بتایا۔ اور دوسری کا نام انہوں نے نہ بتایا۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ اس کا نام بھول گئے ہیں۔ مگر ساتھ ہی کہا۔ کہ عجیب بات ہے کہ جب وہ وصیت کر رہی تھیں اور ان کا دل ساکت ہو رہا تھا۔ تو اُن کی طبیعت بالکل مطمئن تھی اور ان کے دل پر اُس وقت گھبراہٹ کے کوئی آثار نہ تھے۔ یہ خواب میں نے لاہور میں بہت سے دوستوں کو سنا دی تھی۔ خواب کا بعض دفعہ ایک حصہ پورا کر دیا جائے۔ تو وہ ٹل جایا کرتی ہے۔ اس بناء پر میں نے یہاں سے جا کر ان کو دو سو روپیہ دیا اور کہا کہ ایک سو روپیہ تو فلاں عورت کو دے دو۔ اور ایک سو روپیہ جس عورت کو چاہو دے دو۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ پورا سو دو۔ تقسیم کر کے مختلف مستحقوں کو نہ دو۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس عورت کو انہوں نے سو روپیہ بھجوایا۔ اُس کے متعلق بعد میں معلوم ہوا۔ کہ اُس نے دو دن پہلے کسی سے کہا تھا۔ کہ میرے بیٹے کو سو روپیہ کی ضرورت ہے۔ میری فلاں فلاں چیزیں فروخت کر دو۔ اور اس کے لئے روپیہ کا انتظام کر دو۔

اس کے بعد جب ہم ان کو

دوسرے ہسپتال میں

لے گئے۔ تو ایک دن جب میں اُن کے لئے دعا کر کے سویا۔ تو مجھے رویاء میں ایسا معلوم ہوا جیسے اس مکان کی سیڑھیوں پر میرے ساتھی گھبراتے ہوئے چڑھ رہے ہیں۔ میں اُن کے قدموں کی آواز سن کر اور ان کی گھبراہٹ محسوس کر کے باہر نکلا۔ تاکہ معلوم کروں کہ کیا بات ہے۔ جب میں باہر آیا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ ان کے ہاتھ میں گاگریں ہیں۔ انہوں نے گاگریں میرے سامنے رکھدیں۔ اور کہا کہ

سب نلکے سوکھ گئے

ہیں۔ کہیں پانی نہیں ملتا۔ میں نے اُن سے کہا۔ کہ کہیں سے پانی تلاش کرو۔ اس پر انہوں نے کہا۔ کہ حضور سب ہی نلکے سوکھ گئے ہیں۔ میں خواب میں ایسا سمجھتا ہوں کہ اس وقت پانی کی سخت ضرورت ہے۔ اور زور دیتا ہوں۔ کہ کہیں سے پانی تلاش کرو۔ مگر وہ یہی کہتے ہیں کہ سب نلکے سوکھ گئے ہیں۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ کوئی شخص بہت تلاش کرنے کے بعد

پانی کا ایک لوٹا

لایا ہے۔ مجھے یہ یاد نہیں رہا۔ کہ میں نے اُس سے پانی کا لوٹا لیا ہے یا نہیں۔ پھر اس رویاء کے معاً بعد یا پہلے جاگتے ہوئے جبکہ میں سو نہیں رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ کوئی شخص میرے کان پر جھکا اور آہستہ سے میرے کان میں اُس نے کہا

السلام علیکم

میں نے دوستوں کو یہ خواب سُنایا۔ تو انہوں نے کہا یہ بڑا اچھا خواب ہے کیونکہ السلام علیکم کہا گیا ہے۔ مگر میں نے کہا۔ مجھے تو یہ منذر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ آنے والا دُور سے السلام علیکم کہا کرتا ہے اور جانیوالا پاس سے السلام علیکم کہا کرتا ہے۔ پانی نہ ملنے کے معنے بھی یہی تھے۔ کہ ان کی زندگی کا پانی ختم ہو چکا تھا۔ اور ایک لوٹا پانی کے معنے یہ تھے۔ کہ اب وہ تھوڑا عرصہ ہی زندہ رہیں گی۔ چنانچہ اس رویاء کے بعد وہ صرف اڑتالیس گھنٹے زندہ رہیں اس کے بعد وفات پا گئیں۔

تو دیکھو کس طرح

ساری باتیں پوری ہو گئیں

بارہ سال پہلے ایک خواب دیکھی گئی تھی۔ جس میں بتایا گیا تھا۔ کہ انکا اپریشن ہوگا۔ اور اپریشن کے بعد انکی وفات دل کے کمزور ہو جانیکی وجہ سے نہ کہ اصل اپریشن کی وجہ سے ہوگی۔ چنانچہ اس کے بعد وہ بیمار ہوئیں اور انہیں ایک ایسے ہسپتال میں لے جایا گیا۔ جہاں بظاہر علاج کرانا بہت مشکل تھا۔

مردوں سے علاج کرانا

عورتوں پر بہت گراں گذرتا ہے گو شریعت میں اسکی اجازت ہے۔ چنانچہ میں نے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سُنا آپ نے ایک دفعہ فرمایا۔ کہ اگر کوئی عورت کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے جس کی معالج عورتوں میں کوئی نہ ہو۔ اور کسی ماہر مرد ڈاکٹر سے علاج یا اپریشن کی ضرورت آپڑتی ہے۔ تو ایسی صورت میں اگر وہ عورت مرد ڈاکٹر سے علاج نہیں کراتی اور اس مرض سے فوت ہو جاتی ہے۔ تو ہمارے نزدیک وہ خودکشی کا ارتکاب کرتی ہے۔ تو شریعت میں اس بات کی اجازت ہے۔ مگر پردہ کے لحاظ سے عورتیں عام طور پر مرد ڈاکٹروں سے علاج کرانے سے بچنے کی کوشش کرتی ہیں۔ مگر انکی حالت ایسی نازک ہو گئی۔ کہ ان خیالات کو چھوڑنا پڑا۔ اور ایک ایسے ہسپتال میں ان کا اپریشن ہوا۔ جس کا نام دہلی کی ایک خاتون سے منسوب تھا۔

پھر عجیب بات یہ ہے۔ کہ جس وقت میں انہیں روپیہ دینے کے لئے گیا۔ کہ سو روپیہ فلاں عورت کو دے دو اور سو روپیہ جس عورت کو چاہو دے دو۔ اُس وقت صرف ایک عورت ان کے پاس تھی۔ مگر انہوں نے اپنی وفات سے چار یا پانچ دن پہلے اصرار کیا۔ کہ فلاں عورت کو بھی میرے پاس بھجوا دو۔ چنانچہ جب ان کی موت کا وقت آیا تو

دو عورتیں

اُن کے پاس تھیں۔ ایک اُن کے دائیں طرف بیٹھی تھی اور دوسری ان کے بائیں طرف بیٹھی تھی۔ خواب میں مجھے شیخ بشیر احمد صاحب نظر آئے تھے، مگر جب میں نے دوستوں کو یہ خواب سنائی تو میں نے کہدیا کہ میرا خیال ہے اس سے مراد

میاں بشیر احمد صاحب

ہیں۔ اور خوابوں میں بالعموم ایسا ہو جاتا ہے۔ کہ ایک شخص کی بجائے دوسرا شخص نظر آجاتا ہے جو اس کا ہم نام ہو۔ پس میں نے کہا۔ اس سے مراد میاں بشیر احمد صاحب ہوں گے شیخ بشیر احمد صاحب سے انہوں نے کیا بات کرنی تھی۔ اور اُن سے بات کرنے کا موقع بھی کیا ہو سکتا تھا۔ میاں بشیر احمد صاحب چونکہ میرے بھائی ہیں۔ اسلئے میرا خیال ہے کہ اس سے مراد وہی ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وفات کے قریب میں بار بار ان کے پاس جاتا۔ انہیں دعائیں سکھاتا کہ یہ یہ دعائیں اس وقت مانگو۔ پھر جب دالیس میں آجاتا۔ تو تھوڑی دیر کے بعد اسی گھبراہٹ میں اپنے ماموں (یعنی ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب) کو بھیج دیتا کہ آپ جائیں اور انہیں قرآن شریف سنائیں۔ جب ان کا آخری وقت تھا۔ اُس وقت

دہلی کا ایک اور تعلق

بھی ظاہر ہو گیا۔ یعنی اُس وقت ڈاکٹر عبداللطیف صاحب دہلی والے انکو آکسیجن سونگھا رہے تھے۔ پھر یہ جو میں نے دیکھا کہ شیخ بشیر احمد صاحب آئے ہیں اور انہوں نے وفات کی اطلاع دی ہے مگر ساتھ ہی کہا ہے کہ ان کا دل مطمئن تھا اور انہیں کوئی تکلیف نہ تھی۔ یہ بھی پورا ہوا۔ چنانچہ جب انہوں نے آخری سانس لیا۔ تو میاں بشیر احمد صاحب میرے پاس آئے۔ اُسوقت اُن پر رقت طاری تھی۔ وہ مجھ سے بولے نہیں۔ صرف انہوں نے سر سے اشارہ کیا کہ اندر چلے جاؤ۔ مگر وہ کہتے ہیں جب میں باہر نکلا تو اس وقت یہ گہرا اثر تھا۔ کہ اُم طاہر کے دل پر موت کا کوئی اثر نہیں۔ اور نہایت اطمینان کی حالت میں انہوں نے آخری سانس لئے ہیں۔ یہاں تک کہ آخری تشنج جو عام طور پر مریض پر وارد ہوتا ہے۔ وہ بھی نہیں ہوا۔ بلکہ آہستگی سے سانس لیتے ہوئے وہ فوت ہو گئیں۔

یہ خدا تعالےٰ کا کس قدر احسان ہے کہ اس نے اگر ایک طرف سے ہم کو صدمہ پہنچایا، تو دوسری طرف

اپنی ہستی کا ایک زبردست ثبوت

مہیا کر کے ہمارے دلوں کو اطمینان بھی بخشا۔ فالحمد للہ رب العالمین

اصل بات یہ ہے کہ مجھے اگر کسی چیز سے ان کی وفات کے وقت گھبراہٹ تھی۔ تو وہ یہ تھی۔ کہ لمبی بیماری کے نتیجہ میں بعض دفعہ انسان کے

ایمان میں کمزوری

پیدا ہوجاتی ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتا۔ کہ یہ خدا نے اس کی بخشش کا سامان کیا ہے اور اس نے چاہا ہے۔ کہ اسی دنیا میں اسے گناہوں سے صاف کردے۔ اور ہر قسم کی آلائشوں سے پاک کرکے اپنے دربار میں لائے۔ وہ یہ سمجھتا ہے۔ کہ خدا نے اس پر سختی کی ہے۔ پس میرے دل میں کرب تھا۔ جس کی وجہ سے میں ان کے لئے دعا بھی کرتا۔ اور ان کی آخری گھڑیوں میں انہیں بار بار یہی نصیحت کرتا کہ دیکھو ذکر الٰہی کرو۔ اللہ تعالےٰ کی طرف توجہ کرو۔ میں اس وقت دعا کرتا ہوں۔ تم بھی اللہ تعالےٰ سے اپنے دل میں دعائیں مانگو۔ میں نے اس وقت یہ بھی سمجھا۔ کہ اگر اس وقت سورہ یٰسین پڑھی جائے۔ تو ممکن ہے اسی سے ان کا ہارٹ فیل ہوجائے۔ اس لئے میں قرآن کریم کی بعض اور سورتیں پڑھ پڑھکر ان کا ترجمہ کرکرکے انہیں سناتا رہا۔ اور جب میں کچھ دیر کے بعد ٹھہر گیا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ اور قرآن پڑھو۔ اس سے میں نے سمجھا۔ کہ انہوں نے اپنی

آخری حالت

کو معلوم کرلیا ہے۔ چنانچہ اس وقت میں نے سورہ یٰسین پڑھنی شروع کردی۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ وہ برابر اپنی زبان سے یہ دعائیں مانگتی چلی جاتی تھیں۔ کہ لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین یا حی یا قیوم برحمتک استغیث۔ رب انی ظلمت نفسی و اعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اور میں نے دیکھا کہ برابر

وفات تک

ان کے ہونٹ ہلتے رہے۔ اور گو ان کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ مگر ان کے ہونٹوں سے [illegible] معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ برابر دعائیں مانگ رہی ہیں۔ میں نے ان کی وفات پر جو پہلا کام کیا وہ یہ تھا۔ کہ میں نے اسی جگہ زمین پر

خدا تعالےٰ کے حضور شکر کا سجدہ

کیا۔ کہ ان کا انجام بالخیر ہوگیا۔ اور تکلیف دہ لمبی بیماری نے ان کے دل میں اپنے رب سے کوئی شکوہ نہیں پیدا کیا۔ اور اس کی قضا پر وہ راضی ہوکر اس دنیا سے گئیں الحمد للہ رب العالمین۔ میں سمجھتا ہوں درحقیقت ایک مومن کے لئے سب سے بڑی چیز یہی ہے۔ کہ مرتے وقت اس کی زبان پر اور اس کے عزیزوں کی زبان پر خدا تعالےٰ کا ذکر ہو۔ اس کا دل مطمئن ہو۔ اور دعائیں اسکی زبان پر جاری ہوں تاکہ اللہ تعالےٰ کی رحمت نازل ہو۔ اور اس کی بخشش اس کا احاطہ کرے۔

وفات کے بعد ان کی شکل

سے کسی طرح بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ کہ ان کے دل میں موت کے وقت کسی قسم کا کرب تھا۔ بلکہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی اطمینان سے سو رہا ہو۔ بلکہ شائد دیکھنے والا ان کے چہرہ کو دیکھ کر یہ بھی نہ سمجھ سکتا۔ کہ وہ فوت ہوچکی ہیں۔ پس

اللہ تعالےٰ کی مشیت

پر ہم خوش ہیں ہم خوش ہیں کہ اس نے قبل از وقت ہمیں آنے والے حالات سے مطلع کیا۔ اگر وہ پہلے سے یہ خبریں ہمیں نہ بتاتا۔ تو شائد ہمارے دل کا کرب زیادہ ہوتا۔ مگر جب اس کی بتائی ہوئی خبریں پوری ہوئیں۔ تو ہمارے لئے یہ خوشی کا مقام ہے۔ کہ اس نے جو کچھ کہا وہ سچ ثابت ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے چھوٹے بھائی

مبارک احمد مرحوم

سے بہت محبت تھی۔ جب وہ بیمار ہوا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اتنی محنت اور اتنی توجہ سے اس کا علاج کیا۔ کہ بعض لوگ سمجھتے تھے۔ اگر مبارک احمد فوت ہوگیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سخت صدمہ پہنچیگا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ بڑے [illegible] والے اور بہادر انسان تھے۔ جس روز مبارک احمد مرحوم فوت ہوا۔ اس روز صبح کی نماز پڑھاکر آپ مبارک احمد کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے۔ میرے سپرد اس وقت مبارک احمد کو دوائیاں دینے اور اس کی نگہداشت وغیرہ کا کام تھا۔ میں ہی نماز کے بعد حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ میں تھا حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ تھے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب تھے۔ اور شائد ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بھی تھے۔ جب حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ مبارک احمد کو دیکھنے کے لئے پہنچے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا حالت اچھی معلوم ہوتی ہے بچہ سوگیا ہے۔ مگر درحقیقت وہ

آخری وقت

تھا۔ جب میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو لے کر آیا اس وقت مبارک احمد کا شمال کی طرف سر اور جنوب کی طرف پاؤں تھے۔ حضرت خلیفہ اول بائیں طرف کھڑے ہوئے اور انہوں نے نبض پر ہاتھ رکھا۔ مگر نبض آپ کو محسوس نہ ہوئی اس پر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہا کہ حضور مشک لائیں۔ اور خود ہاتھ کہنی کے قریب رکھ کر نبض محسوس کرنی شروع کی۔ کہ شائد وہاں نبض محسوس ہوتی ہو۔ مگر وہاں بھی نبض محسوس نہ ہوئی۔ تو پھر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مخاطب ہوکر کہا کہ حضور جلدی مشک لائیں۔ اور خود بغل کے قریب اپنا ہاتھ لے گئے۔ اور نبض محسوس کرنی شروع کی۔ اور جب وہاں بھی نبض محسوس نہ ہوئی۔ تو گھبراکر کہا حضور جلد مشک لائیں اس عرصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام چابیوں کے گچھے سے کنجی تلاش کرکے ٹرنک کا تالا کھول رہے تھے۔ جب آخری دفعہ حضرت مولوی صاحب نے گھبراہٹ سے کہا۔ کہ حضور مشک جلدی لائیں۔ اور اس خیال سے کہ مبارک احمد کی وفات سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سخت صدمہ ہوگا۔ باوجود بہت دلیر ہونے کے آپ کے پاؤں کانپ گئے۔ اور آپ کھڑے نہ رہ سکے۔ اور زمین پر بیٹھ گئے ان کا خیال تھا۔ کہ شائد نبض دل کے قریب چل رہی ہو۔ اور مشک سے قوت کو بحال کیا جاسکتا ہو۔ مگر انکی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ امید موہوم تھی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی آواز کے ارتعاش کو محسوس کیا۔ تو آپ سمجھ گئے۔ کہ مبارک احمد کا آخری وقت ہے۔ اور آپ نے ٹرنک کھولنا بند کردیا۔ اور فرمایا مولوی صاحب شائد لڑکا فوت ہوگیا ہے۔ آپ اتنے گھبرا کیوں گئے ہیں

یہ اللہ کی ایک امانت تھی

جو اس نے ہمیں دی تھی۔ اب وہ اپنی امانت لے گیا ہے۔ تو ہمیں اس پر کیا شکوہ ہوسکتا ہے۔ پھر فرمایا آپ کو شائد یہ خیال ہو۔ کہ میں نے چونکہ اسکی بہت خدمت کی ہے۔ اس لئے مجھے زیادہ صدمہ ہوگا۔ خدمت کرنا تو میرا فرض تھا۔ جو میں نے ادا کردیا۔ اور اب جبکہ وہ فوت ہوگیا ہے۔ ہم

اللہ تعالےٰ کی رضا پر پوری طرح راضی

ہیں۔ چنانچہ اسی وقت آپ نے بیٹھ کر دوستوں کو خط لکھنے شروع کردیئے۔ کہ مبارک احمد فوت ہوگیا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کی ایک امانت تھی۔ جو اس نے ہم سے لے لی۔ تو

مومن کا اصل کام

یہ ہوتا ہے۔ کہ ایک طرف تو وہ جہاں تک ہوسکتا ہے۔ دوسرے کی خدمت کرتا ہے۔ اور اس خدمت کو اپنے لئے ثواب کا موجب سمجھتا ہے۔ مگر دوسری طرف جب اللہ تعالےٰ کی مشیت پوری ہوتی ہے۔ تو وہ کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہیں کرتا۔ وہ سمجھتا ہے خدمت کا ثواب مجھے مل گیا۔ لیکن جو جزع فزع کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ دنیا کی مصیبت الگ اٹھاتے ہیں۔ اور آخرت کی مصیبت الگ اٹھاتے ہیں اور اس سے زیادہ بدبخت اور کون ہوسکتا ہے، جو

دوہری مصیبت

اٹھائے، اس جہان کی مصیبت کو بھی برداشت کرے۔ اور اگلے جہان کی مصیبت کو بھی برداشت کرے۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ زمانہ اسلام کی فتوحات کا ہے۔ بادشاہ کا کوئی نوکر یہ جرأت نہیں کرسکتا۔ کہ جس وقت اس کا بادشاہ کامیابی حاصل کرکے واپس آرہا ہو۔ اور

فتح کا جشن

منارہا ہو۔ تو وہ اس کے سامنے کسی قسم کے غم کا اظہار کرے

خواہ اُس دن اُس کا باپ مرگیا ہو۔ اُس کا بیٹا مرگیا ہو۔ اُس کی بہن مرگئی ہو۔ اس کی بیوی مرگئی ہو۔ وہ اپنی آنکھوں کو پونچھتا اور اپنی کمر کو سیدھی رکھتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے آج

میرے آقا کی خوشی کا دن

ہے۔ آج میرے لئے غم کا اظہار کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح آج ہمارے لئے خوشی کا دن ہے۔ آج ہمارے لئے مسرت وشادمانی کا دن ہے۔ کہ تیرہ سو سال کے لمبے عرصہ اور ہزار سال کے فیج اعوج کے بعد خدا نے پھر چاہا۔ کہ اس کے بندے اس کی طرف واپس آئیں۔ خدا نے پھر چاہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا میں پھیلے۔ خدا نے پھر چاہا۔ کہ توحید کو دنیا میں قائم کرے۔ خدا نے پھر چاہا۔ کہ شیطان کو آخری شکست دے کر دین کو ہمیشہ کے لئے زندہ کرے۔ پس آج جبکہ ہمارے رب کے لئے خوشی کا دن ہے۔

ہمارے رنج اسکی خوشی پر قربان

ہم اس کی خوشی کے دن منحوس باتیں کرنے والے کون ہیں۔ جتنے احسانات اللہ تعالیٰ نے ہم پر کئے ہیں واقعہ یہ ہے کہ اگر ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ اور اگر ہماری بیویوں اور ہمارے بچوں کا ذرہ ذرہ آروں سے چیر دیا جائے۔ تب بھی ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ ہم نے اس کے احسانوں کا کوئی بھی شکریہ ادا کیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں یا تم میں سے سارے اس مقام پر ہیں۔ مجھ میں بھی کمزوریاں ہیں۔ اور تم میں بھی۔ لیکن سچی بات یہی ہے اور جتنی بات اس کے خلاف ہے وہ یقیناً ہمارے نفس کا دھوکا ہے آج آسمان پر خدا کی فوجوں کی فتح کے نقارے بج رہے ہیں۔ آج دنیا کو خدا کی طرف لانے کے سامان کئے جا رہے ہیں۔ آج خدا کے فرشتے اس کی حمد کے گیت گا رہے ہیں۔ اور ہم بھی اس گیت میں ان فرشتوں کے ہمنوا اور شریک ہیں۔ اگر ہم جسمانی طور پر غمزدہ ہیں اور ہمارے دل زخم خوردہ ہیں تب بھی مومنانہ طور پر ہمارا یہی فرض ہے کہ ہم اپنے رب کی فتح اور اس کے نام کی بلندی کی خوشی میں شریک ہوں۔

تا اس کی بخشش کے مستحق ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔ اور ہمارے غموں کو خود ہلکا کرے۔ گو روح اُس کے آستانہ پر جھکی ہوئی مگر گوشت پوست کا دل دکھ محسوس کرتا ہے۔

اس کے بعد میں ایک دوسرا سوال لیتا ہوں۔ میرا ارادہ ہے کہ آئندہ نسلوں کو

دعا کی تحریک کرنے کے لئے

اپنی بیوی کی وفات کے متعلق کچھ اور بھی کہوں لیکن ابھی نہ میں خطبہ میں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اور نہ قریب ترین عرصہ میں کوئی مضمون لکھنا چاہتا ہوں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الصبر لاولی وھلۃ۔ صبر پہلے پہلے دنوں میں ہی ہوتا ہے۔ رنج اور دکھ کے کلمات ہمیشہ انسان کے منہ سے نہیں نکلتے بلکہ صدمہ جب تازہ ہو اس وقت اس کے منہ سے نکلتے ہیں۔ پس میں نہیں چاہتا کہ اوّلِ وھلۃ میں میں کوئی ایسا مضمون لکھوں بے شک میں نے اُن کی خوبیاں ہی بیان کرنی ہیں۔ لیکن خوبیاں بیان کرتے وقت بھی بعض دفعہ ایسا فقرہ انسان کی زبان یا قلم سے نکل جاتا ہے۔ جو رنج کا ہوتا ہے۔ اور گو رنج ایک طبعی چیز ہے۔ خدا نے اس سے روکا نہیں۔ مگر پھر بھی میں یہی چاہتا ہوں۔ کہ اول وھلۃ میں میں خاموش رہوں۔

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پر چالیس دن دُعا

دوسرا مضمون جو میں آج بیان کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں نے اعلان کیا تھا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر پر جا کر چالیس دن دعا کروں گا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ

اسلام کی فتح اور اُس کے غلبہ کا راستہ

کھولے۔ اور احمدیت کی اشاعت میں جو روکیں حائل ہیں ان کو دور فرمائے۔ میں نے اس کی وجہ بھی بتائی تھی۔ کہ حدیثوں سے ثابت ہے۔ کہ شروع شروع میں قبر سے روح کا تعلق زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایک مقام پر فرمایا ہے۔ کہ ارواح کا تعلق قبور سے ضرور ہوتا ہے (الحکم ۲۳ جنوری ۱۸۹۹ء) اسی طرح اولیاء اللہ نے بہت سے کشوف اس بارہ میں بیان کئے ہیں۔ اور انہوں نے لکھا ہے کہ ابتداء میں انسانی رُوح متوحش ہوتی ہے اور اپنے رشتہ داروں سے جدا ہونے کا اُسے صدمہ ہوتا ہے۔ اور وہ گھبرائی گھبرائی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ کے بعد وہ ایک مقام پر ٹِک جاتی ہے۔ اگر سعید روح ہو تو اللہ تعالےٰ اُسے جنت کے انعامات سے حصہ دینا شروع کر دیتا ہے۔ اور اگر ناپاک روح ہو تو رفتہ رفتہ اُسے دوزخ کا عذاب شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضہ فرماتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ انسانی روح جب قبر میں داخل ہوتی ہے۔ تو اُسے سخت کرب ہوتا ہے۔ اس کے بعد اُس پر جو حالت بھی وارد ہوتی ہے۔ وہ پہلے کرب سے ادنےٰ ہوتی ہے نہ زیادہ نہیں ہوتی۔ اسکی وجہ سے

اُمتِ محمدیہ کے صلحاء و اولیاء

قبروں پر جاتے اور دعائیں کیا کرتے تھے مرنے والے کے لئے بھی۔ اپنے لئے بھی اور اس کے دوسرے رشتہ داروں اور عزیزوں کے لئے بھی ان دعاؤں سے مرنے والی کی روح تسلی پا جاتی ہے۔ اور اس کا توحش کم ہو جاتا ہے۔ یہ طریق جو عام طور پر لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ کہ وہ قبر پر قرآن پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ یہ بالکل لغو ہے۔ قرآن پڑھے گا تو ہم کو ثواب ملے گا۔ مُردے کو اس کا کیا ثواب ہو سکتا ہے۔ اصل چیز یہ ہے۔ کہ انسان جب قبر پر جائے تو

میّت کے لئے دُعا

کرے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس کی مغفرت کرے اُس کے درجات کو بلند فرمائے۔ اور اپنے قرب کے دروازے اس کے لئے کھولے۔ پس چونکہ اس قسم کی دعا کی خاطر میں نے کچھ دن متواتر اُم طاہر کی قبر پر جانا تھا۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ اس کے ساتھ ہی اسلام کی فتوحات کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر دعاؤں کا سلسلہ شروع کر دیا جائے۔ اور

اللہ تعالیٰ سے عرض

کیا جائے۔ کہ اے اللہ تُو نے اس شخص سے اسلام کی ترقی اور اسکی فتوحات کے متعلق کچھ وعدے کئے تھے۔ یہ شخص اب فوت ہو چکا ہے اور تیرے یہ وعدے بہرحال ہمارے ذریعہ سے ہی پورے ہونگے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہمارے اندر ہزاروں قسم کی کمزوریاں اور کوتاہیاں پائی جاتی ہیں۔ ہم میں ان کمزوریوں کو دور کرنے کی طاقت نہیں۔ لیکن تو اگر چاہے۔ تو ان کمزوریوں کو بڑی آسانی سے دور کر سکتا ہے۔ پس تُو اپنے فضل سے ان کمزوریوں کو دور فرما اور اپنے اس مامور اور پیارے محبوب سے جو تو نے وعدے کئے ہوئے ہیں۔ ان کو پورا کرنے کے سامان پیدا فرما دے۔ ہم کمزوروں کو طاقت بخش۔ ہم ناتوانوں کو قوت عطا فرما۔ اور ہمارے اندر آپ اپنے فضل سے تغیر پیدا فرما۔ تاکہ ہم دین کا جھنڈا دنیا میں گاڑ سکیں۔ اور کفر کو نابود کر سکیں۔ میں نے بتایا تھا کہ دعاؤں میں سے یہ

قرآنی دُعا

بہت اعلیٰ درجہ کی ہے۔ کہ

ربنا اننا سمعنا منادیاً ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فاٰمنّا ربّنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفّر عنّا سیّاٰتنا وتوفنا مع الابرار۔ ربّنا واٰتنا ما وعدتنا علیٰ رسلک ولا تخزنا یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد۔

بعض دوستوں نے اس کے متعلق کہا ہے۔ کہ ایسا نہ ہو۔ لوگوں میں اس سے

مشرکانہ خیالات

پیدا ہو جائیں۔ اور اصل حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے وہ قبروں سے استدعا کرنے لگ جائیں

اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا میں ایسے جاہل لوگ موجود ہیں جو خیال کرتے ہیں۔ کہ قبروں پر دعا کرنے کے نتیجہ میں صاحب قبر اس دعا کو قبول کر کے انسان پر فضل نازل کیا کرتا ہے۔ مگر کسی کی بدی کی وجہ سے ہم نیکی کو نہیں چھوڑ سکتے۔ دیکھو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

خانہ کعبہ میں بُت

رکھے ہوئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے حکم دیدیا کہ بیت المقدس کی بجائے کعبہ کی طرف اپنے منہ پھیر لو۔ یہی وجہ ہے کہ یہودی اعتراض کیا کرتے تھے۔ کہ ما ولّٰھم عن قبلتھم التی کانوا علیھا۔ کہ یہ مسلمان سیدھے طور پر

توحید کے ایک مقام کی طرف موںہہ کرکے نمازیں پڑھ رہے تھے۔ اب انہیں کیا ہوگیا۔ کہ وہ ایک ایسے مقام کی طرف موںہہ کرکے نمازیں پڑھنے لگ گئے ہیں۔ جہاں بُت رکھے ہوئے ہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ان کے اس اعتراض کی پروا نہیں کی۔ بے شک مشرکانہ خیالات کو روکنا ایک ضروری چیز ہے۔ مگر ایک فائدہ والی چیز کو بالکل ترک کر دینا اس سے کسی حد تک فائدہ نہ اٹھانا۔ اور یہ سمجھنا کہ اس طرح شرک کے خیالات قوم میں پھیل جائیں گے۔ یہ بھی عقلمندی میں داخل نہیں۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو چاہیئے تھا۔ کہ جب تک خانہ کعبہ کے تمام بُت توڑ نہ دیئے جاتے۔ اس وقت تک مسلمانوں کو اس کی طرف موںہہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ اللہ تعالےٰ جانتا تھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک زندہ رہیں گے۔ جب تک کعبہ تمام بتوں سے صاف نہیں ہو جاتا۔ اللہ تعالےٰ کو معلوم تھا۔ کہ ایک دن یہ تمام بت توڑے جائیں گے۔ اللہ تعالےٰ کو معلوم تھا کہ یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں توڑے جائیں گے۔ پس وہ اگر چاہتا تو جس طرح پہلے مسلمان بیت المقدس کی طرف موںہہ کرکے نمازیں پڑھ رہے تھے اسی طرح بعد میں بھی کچھ عرصہ تک پڑھتے رہتے اور اس وقت تک خانہ کعبہ کی طرف موںہہ نہ کرتے۔ جب تک خدا تمام بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دیتا۔ مگر خدا نے اس بات کی کوئی پروا نہ کی۔ کہ خانہ کعبہ میں بُت موجود ہیں۔ اور مسلمانوں کو حکم دے دیا۔ کہ وہ اسکی طرف موںہہ کرکے نمازیں پڑھا کریں۔ پس بعض لوگوں کی غلطیوں کی وجہ سے کسی اچھے فعل کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔ ایسی غلطیاں بعض کمزور لوگوں میں ہمیشہ رہتی ہیں۔ اور وہ منع کرنے کے باوجود بھی باز نہیں آتے۔ دیکھ لو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر کس قدر لعنتیں کی ہیں۔ جو اپنے نبیوں اور بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں۔ مگر کیا اب مسلمانوں میں وہ لوگ موجود نہیں۔ جو قبروں پر سجدے کرتے اور مردوں سے دعائیں مانگتے ہیں۔ ان چیز کو دیکھ کر یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ جو چیزیں ضروری ہیں انہیں بھی چھوڑ دیا جائے۔ مجھے بتایا گیا ہے بلکہ پہلے بھی میرے علم میں یہ بات تھی۔ کہ بعض لوگ ہماری جماعت میں ایسے ہیں۔ جو

بعض مشرکانہ حرکات

کرتے ہیں۔ ہماری جماعت چونکہ ایک دریا کی طرح ہے۔ ایک پانی گزرتا اور اسکی جگہ دوسرا پانی آجاتا ہے۔ یعنی نئے نئے لوگ جماعت میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے اگر کچھ لوگوں کی تربیت ہوتی ہے۔ تو ان کے معاً بعد کچھ اور لوگ آجاتے ہیں۔ جو ابھی دین سے ناواقف ہوتے ہیں۔ پھر انہیں سمجھانا پڑتا ہے۔ اس پر کچھ لوگ سمجھ جاتے۔ اور کچھ پھر بھی نہیں سمجھتے۔ اسی طرح تربیت میں کئی قسم کے نقائص رہ جاتے ہیں۔ مگر ہمارا کام یہی ہے۔ کہ ہم انہیں سمجھائیں۔ اور سمجھاتے چلے جائیں۔ میں نے کئی دفعہ سنا ہے۔ کہ بعض لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پر جاتے اور وہاں سے تبرک کے طور پر مٹی اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ قبر پر پھول ڈال جاتے ہیں۔ اور میں نے خود بھی ایک دو دفعہ وہاں پر پھول پڑے دیکھے ہیں۔ اور اٹھوائے ہیں۔ یہ سب ناجائز باتیں ہیں ناپسندیدہ حرکات ہیں۔ اور ہمارا فرض ہے۔ کہ اگر ہم کسی کو ایسا کرتے دیکھیں تو اسے روکیں۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ جو چیزیں دین سے ثابت ہیں۔ اور ہمارے لئے برکت کا موجب ہیں۔ ان کو بھی ہم ترک کر دیں۔

جہاں تک قبروں پر جانے کا سوال ہے احادیث سے ثابت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہا قبرستان میں جاتے۔ اور دعائیں کرتے۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ مجھے ایک دفعہ شبہ پیدا ہوا۔ کہ آپ رات کے وقت مجھے چھوڑ کر دوسری بیویوں کے پاس چلے جاتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں۔ ایک دفعہ میں لیٹی ہوئی تھی۔ میں نے دیکھا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی جوتیاں اٹھائیں اور فرش پر لیٹ گئے۔ میں بھی آنکھیں بند کرکے لیٹی رہی۔ اور دل میں میں نے سوچا۔ کہ آج دیکھوں گی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کہاں جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف دیکھتے۔ اور معلوم کرتے کہ میں سوئی ہوں یا نہیں۔ اس سے مجھے اور شبہ پڑ گیا۔ کچھ دیر کے بعد جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھا۔ کہ میں سو گئی ہوں۔ تو آپ نے آہستگی سے جوتیاں پہنیں اور چل پڑے۔ میں بھی آپ کے پیچھے چل۔ مگر میں کیا دیکھتی ہوں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم چلتے چلتے مقبرہ میں پہنچ گئے۔ اور وہاں آپ نے دعائیں مانگنی شروع کر دیں۔ میں یہ دیکھتے ہی بھاگ کر گھر آگئی۔ کہ کہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرا پتہ نہ لگ جائے۔

اس کے علاوہ احادیث سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد

اپنی والدہ کی قبر پر

تشریف لے گئے۔ اور ایک ہزار صحابی آپ کے ساتھ تھا۔ صحابہ کہتے ہیں۔ کہ آپ اس وقت اس قدر روئے۔ کہ ہم نے آپ کو اتنا روتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ آپ کو روتے دیکھ کر سب صحابہ اس دن بے تاب ہو ہو کر روتے تھے۔ تو زیارت قبور کے لئے انبیاء و اولیاء کا جانا ایک ایسی ثابت شدہ حقیقت ہے جس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ خود

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زیارت

کرنے کے لئے صحابہ جاتے۔ اور وہاں جاکر بڑی تضرع اور عاجزی سے دعائیں کیا کرتے حضرت بلال آخری عمر میں شام چلے گئے تھے۔ چونکہ حبشی تھے۔ اس لئے لوگ انہیں رشتہ نہیں دیتے تھے۔ آخر انہوں نے شام میں ایک جگہ رشتہ کے متعلق درخواست کی۔ اور کہا کہ میں حبشی ہوں۔ اگر چاہو تو رشتہ نہ دو۔ اور اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا صحابی سمجھ کر مجھے رشتہ دیدو۔ تو بڑی مہربانی ہوگی۔ انہوں نے رشتہ دیدیا۔ اور وہ شام میں ہی ٹھہر گئے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم رویا میں ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا بلال تم ہم کو بھول ہی گئے۔ کبھی ہماری قبر کی زیارت کرنے کے لئے نہیں آئے وہ اسی وقت اٹھے۔ اور سفر کا سامان تیار کرکے مدینہ تشریف لے گئے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر رو رو کر دعا کی۔ اس وقت ان کو اتنی رقت پیدا ہوئی۔ کہ لوگوں میں عام طور پر مشہور ہو گیا۔ کہ بلال آئے ہیں۔ حضرت حسن اور حسین جو اس وقت بڑے ہو چکے تھے۔ دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے۔ تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان دیا کرتے تھے انہوں نے کہا ہاں وہ کہنے لگے ہمیں بھی اپنی اذان سناؤ۔ چنانچہ انہوں نے اذان دی۔ اور لوگوں نے سنی۔ اسی طرح

حضرت عمر و بن عبدالعزیز

جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اور سابق بزرگان اسلام نے بھی مجدد قرار دیا ہے۔ وہ باقاعدہ سفر کرکے شام سے آتے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر پر دعائیں کرتے جو چیز منع ہے وہ یہ ہے کہ قبر والے سے دعا مانگی جائے۔ یہ چیز بے شک ناجائز ہے۔ اور ایسا کرنا شرک ہے۔ جو شخص رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر پر یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبر پر جاکر کہتا ہے۔ کہ یا رسول اللہ یہ مجھے دیں یا یا مرزا غلام احمد یہ مجھے دیں۔ وہ جاہل اور اسلامی تعلیم سے قطعاً ناواقف ہے۔ اس نے سمجھا ہی نہیں کہ اسلام کیا چیز ہے۔ اسلام تو کہتا ہے۔ کہ

صرف خدا ہی زندہ ہستی ہے

باقی سب فوت ہونے والے ہیں۔ پس کسی قبر والے سے دعا مانگنا ہرگز جائز نہیں۔ خواہ وہ نبی ہو یا ولی۔ ہاں یہ ایک قدرتی بات ہے۔ کہ جب صاحب مزار کی قبر پر کھڑے ہو کر انسان دعا مانگتا ہے۔ تو اس تعلق کی وجہ سے جو اسے صاحب قبر سے ہوتا ہے۔ اس کے دل میں زیادہ رقت پیدا ہوتی ہے۔ اس کے دل میں زیادہ جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور اس رقت اور جوش سے فائدہ اٹھا کر وہ اللہ تعالےٰ کی رحمت کو زیادہ بھڑکا سکتا ہے۔ پس یہ فائدہ ہے جو قبر پر دعا کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے ورنہ یہ تو ہم جانتے ہیں۔ کہ قبر میں جو دفن تھا۔ وہ مٹی ہو چکا۔ اور اس کا جسم فنا ہو گیا۔ اس سے کچھ مانگنا انتہائی حماقت اور پاگل پن ہے۔ میں اس بات کا قائل نہیں ہوں۔ کہ

نبیوں کے جسم محفوظ

رہتے ہیں۔ جو چیز مٹی سے بنی ہوئی ہے۔

میرے نزدیک وہ بہرحال نئی ہو جاتی ہے خواہ وہ نبیوں کا جسم ہی کیوں نہ ہو۔ بائیبل میں صاف لکھا ہے۔ کہ حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کی ہڈیاں مصر سے کنعان میں لائی گئی تھیں۔ (پیدائش باب ۵۰) پس میں عوام الناس کے اس خیال کا قائل نہیں۔ کہ نبیوں کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔ میرے نزدیک یہ بالکل لغو خیال ہے۔ آخر نبی بوڑھے ہوتے ہیں یا نہیں۔ بیماری آئے۔ تو اس سے کمزور ہوتے ہیں یا نہیں۔ جب وہ عام انسانوں کی طرح بوڑھے ہوتے ہیں۔ کمزور ہوتے ہیں۔ بیمار ہوتے ہیں۔ تو کیا دلیل ہے۔ کہ مٹی ان کے جسم کو نہیں کھا سکتی۔ پس یہ ایک غلط خیال ہے۔ جو مسلمانوں میں پایا جاتا ہے مگر بہرحال یہ امر انسانی فطرت میں داخل ہے کہ جب وہ اس جگہ جاتا ہے۔ جہاں اس کا محبوب اور پیارا مدفون ہوتا ہے۔ تو اس پر زیادہ رقت طاری ہوتی ہے۔ اور وہ زیادہ جوش اور زیادہ گریہ و زاری سے خدا سے دعائیں کرتا ہے۔ کہ الٰہی تو ان وعدوں کو پورا فرما۔ جو تو نے اس شخص سے کئے تھے۔

دوسرے جس جگہ اللہ تعالیٰ کے نبی دفن ہوں

خواہ ان کے جسم مٹی ہو گئے ہوں۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے۔ کہ وہ ان مقامات پر اپنی برکتیں نازل کرتا ہے۔ اور ان مقامات کی ہتک کرنے والوں کو اپنے عذاب کا نشانہ بناتا ہے۔ دیکھ لو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فوت ہوئے تیرہ سو سال ہو چکے ہیں۔ میرا عقیدہ جسے میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ یہ ہے۔ کہ انبیاء کے جسم بھی اسی طرح مٹی ہو جاتے ہیں جس طرح باقی لوگوں کے جسم۔ البتہ بعض زمینیں اس قسم کی ہوتی ہیں کہ ان میں جو مُردے دفن ہوں ان کے جسم ایک لمبے عرصہ تک محفوظ رہتے ہیں۔ چنانچہ بعض مقامات سے کئی کئی سو سال کی پرانی نعشیں نکلی ہیں۔ اور وہ بالکل سلامت ہیں۔ لیکن اس میں مومن اور کافر یا ایک نبی اور غیر نبی میں کوئی فرق نہیں۔ ایسی زمین میں اگر ایک کافر دفن ہوگا۔ تو اس کا جسم بھی محفوظ ہوگا۔ اور اگر ایک نبی دفن ہوگا تو اس کا جسم بھی محفوظ ہوگا۔ پس میرے اس عقیدہ کے مطابق اگر اس مٹی کی جس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دفن ہیں۔ کوئی ایسی تاثیر نہیں ہے۔ جس کی بناء پر وہ اجسام کو محفوظ رکھ سکے تو تیرہ سو سال کے بعد جہاں تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم کا تعلق ہے۔ وہ متغیر ہو چکا ہوگا۔ لیکن اگر کوئی دشمن یہ چاہے۔ کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کو اکھیڑے تو کیا تم سمجھتے ہو۔ خدا تعالیٰ کا عذاب اس پر نازل نہیں ہوگا۔ اور کیا تم سمجھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کے ہاتھ کو نہیں روکیں گے؟ فرض کرو۔ وہ مٹی کا ایک ڈھیر ہو۔ تو بھی اللہ تعالیٰ کا عذاب اس ڈھیر کو کھودنے کا ارادہ کرنے والے پر نازل ہوگا۔ اسی لئے کہ گو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر اب دوسری صورت میں تبدیل ہو چکا ہو۔ تب بھی اللہ تعالےٰ نے اس مقام کو اپنی

برکات کے نزول کیلئے مخصوص

فرما دیا ہے۔ اور اب اس مقام پر حملہ کرنا اللہ تعالےٰ کی غیرت کو بھڑکانا اور اس کے عذاب کو حرکت میں لانا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے؟" (تذکرہ صفحہ ۱۹۹) اس الہام سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کے جسم کے ساتھ تعلق رکھنے والی چیزوں میں اللہ تعالیٰ اپنی برکات رکھ دیتا ہے۔ اگر قبر پر جانے سے اللہ تعالیٰ کی برکت کا حصہ نہیں مل سکتا۔ تو کپڑوں سے کس طرح برکت ڈھونڈی جا سکتی ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نشان نمائی کے لئے

نبیوں سے تعلق رکھنے والی ہر چیز

میں برکت رکھ دیتا ہے۔ اور لوگوں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ان برکات کو حاصل کریں۔ پس ان برکات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اخبار "بدر" میں بھی چھپا ہوا موجود ہے۔ اور مجھے بھی اچھی طرح یاد ہے، کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ دہلی تشریف لے گئے۔ تو آپ مختلف اولیاء کی قبروں پر دُعا کرنے کے لئے گئے۔ چنانچہ خواجہ باقی باللہ صاحب۔ حضرت قطب صاحب۔ خواجہ نظام الدین صاحب اولیاء۔ شاہ ولی اللہ صاحب۔ حضرت خواجہ میر درد صاحب۔ اور نصیر الدین صاحب چراغ کے مزارات پر آپ نے دُعا فرمائی۔ اس وقت آپ نے جو کچھ فرمایا۔ وہ جہاں تک مجھے یاد ہے گو ڈائری اس طرح چھپی ہوئی نہیں۔ یہ ہے کہ دلی والوں کے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ ہم نے چاہا۔ کہ ان وفات یافتہ اولیاء کی قبروں پر جا کر ان کیلئے۔ ان کی اولادوں کے لئے۔ اور خود دہلی والوں کے لئے دُعائیں کریں۔ تاکہ ان کی روحوں میں جوش پیدا ہو۔ اور وہ بھی ان لوگوں کی ہدایت کے لئے دعائیں کریں۔ ڈائری میں صرف اس قدر چھپا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہم نے قبروں پر ان کے لئے بھی دُعا کی ہے۔ اور اپنے لئے بھی دُعا کی ہے۔ اور اور بعض امور کے لئے بھی دُعا کی ہے۔

(بدر ۸ نومبر ۱۹۰۵ء) اب دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خالی ان لوگوں کے لئے دُعا نہیں کی۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ قبر پر جا کر صرف مرنے والے کیلئے دُعا کرنی چاہیئے۔ ان کا اس ڈائری سے رد ہوتا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ ہم نے ان کے لئے بھی دُعا کی اور اپنے لئے بھی کہ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ اور اور کئی امور کے لئے بھی۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈائری ہے، جو بدر میں چھپی ہوئی موجود ہے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

تذکرۃ الشہادتین

میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرا ارادہ تھا۔ گورداسپور ایک مقدمہ پر جانے سے پیشتر اس کتاب کو مکمل کر لوں اور اسے اپنے ساتھ لے جاؤں۔ مگر مجھے شدید درد گردہ ہو گیا۔ اور میں نے سمجھا کہ یہ کام نہیں ہو سکیگا۔ اس وقت میں نے اپنے گھر والوں یعنی حضرت ام المومنین سے کہا کہ میں دُعا کرتا ہوں آپ آمین کہتی جائیں۔ چنانچہ اس وقت میں نے صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف صاحب شہید کی روح کو سامنے رکھ کر دُعا کی کہ الٰہی اس شخص نے تیرے لئے قربانی کی ہے اور میں اس کی عزت کیلئے یہ کتاب لکھنا چاہتا ہوں۔ تو اپنے فضل سے مجھے صحت عطا فرما۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں "قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابھی صبح کے چھ نہیں بجے تھے کہ میں بالکل تندرست ہو گیا۔ اور اسی روز نصف کے قریب کتاب کو لکھ لیا۔" (تذکرۃ الشہادتین ص ۴۳۰۷۲)

اب دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مقدمہ پر جا رہے تھے آپ چاہتے تھے کہ اس سے پیشتر کتاب مکمل ہو جائے۔ مگر آپ سخت بیمار ہو گئے۔ اس پر آپ نے

حضرت شہید مرحوم کی روح

کو جو آپ کے خادموں میں سے ایک خادم تھے۔ اپنے سامنے رکھ کر دُعا کی۔ کہ الٰہی اس کی خدمت اور قربانی کو دیکھتے ہوئے میں نے یہ کتاب لکھنی چاہی تھی۔ تو مجھے اپنے فضل سے صحت عطا فرما اور پھر خدا نے آپ کی اس دعا کو قبول فرما لیا۔ چنانچہ آپ نے اس واقعہ کا ہیڈنگ ہی یہ رکھا ہے۔ کہ "ایک جدید کرامت مولوی عبد اللطیف صاحب مرحوم کی" پس یہ چیزیں صلحاء واتقیاء کے طریق سے ثابت ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس رنگ میں کئی بار دعائیں فرمائی ہیں۔ جو چیز منع ہے وہ یہ ہے کہ مُردہ کے متعلق یہ خیال کیا جائے کہ وہ ہمیں کوئی چیز دیگا۔ یہ امر صریح ناجائز ہے۔ اور اسلام اسے حرام قرار دیتا ہے۔ باقی رہا اس کا یہ حصہ کہ ایسے مقامات پر جانے سے رقت پیدا ہوتی ہے یا یہ حصہ کہ انسان اُن وعدوں کو یاد دلا کر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے کئے ہوں دعا کرے کہ الٰہی اب ہمارے وجود میں تو ان وعدوں کو پورا فرما۔ یہ نہ صرف ناجائز نہیں بلکہ ایک روحانی حقیقت ہے۔ اور

مومن کا فرض

ہے کہ وہ برکت کے ایسے مقامات سے فائدہ اُٹھائے۔ مثلاً جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پر دُعا کے لئے جائیں۔ تو ہم اللہ تعالےٰ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ الٰہی یہ وہ شخص ہے جس کے ساتھ تیرا یہ وعدہ تھا۔ کہ میں اس کے ذریعہ اسلام کو زندہ کرونگا۔ تیرا وعدہ تھا۔ کہ میں اس کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ تیرا

پڑھاتے تو ہم اُس مسجد میں نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیں۔ جسے خدا نے برکت کا مقام قرار دیا ہے۔ نماز تو خدا تعالیٰ کی عبادت کا نام ہے۔ اور عبادت ٹکریں مارنے سے نہیں ہوتی۔ بلکہ آہستہ آہستہ نماز کے ارکان ادا کرنے اور خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنے کے ساتھ مکمل ہوتی ہے پس ان کو بھی اپنی عادت بدلنی چاہیئے اور تم کو بھی اپنی عادت بدلنی چاہیئے۔ ان کو یہ عادت ڈالنی چاہیئے کہ وہ ہلکی نماز پڑھائیں۔ اور تم کو یہ عادت ڈالنی چاہیئے کہ تم لمبی نمازیں پڑھو۔ بہرحال گزشتہ سال کا اکثر حصہ چونکہ میں باہر رہا ہوں۔ پہلے بیماری کی وجہ سے پہاڑ پر رہا۔ اور پھر قادیان میں بھی آیا تو اپنی بیماری کی وجہ سے گھر پر ہی نمازیں پڑھتا رہا۔ اور نماز کے لئے مسجد میں نہ آسکا۔ اور جلد ہی ام طاہر کی بیماری کی وجہ سے لاہور چلا گیا۔ اس لئے اکثر ایام میں مولوی صاحب ہی نمازیں پڑھاتے رہے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس وجہ سے عام طور پر لوگ مسجد مبارک میں نماز پڑھنے کے لئے نہیں آتے مگر میں نے بتایا ہے کہ یہ غلط طریق ہے جہاں مولوی صاحب کا فرض ہے کہ وہ نسبتاً ہلکی نماز پڑھایا کریں۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی لمبی نماز پڑھانا کہ جس سے لوگ متنفر ہو جائیں ناپسند فرمایا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوستوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنی حالت کو بدلیں۔ اور جلدی جلدی نماز پڑھنے کی بجائے ٹھہر ٹھہر کر اور خشوع وخضوع کے ساتھ نمازیں پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ مسجد اقصےٰ چونکہ میرے بالکل قریب ہے۔ اور یہاں کی نماز کی آواز میرے کان میں آتی رہتی ہے۔ اس لئے میں اپنے اندازے کے مطابق کہہ سکتا ہوں کہ

مسجد اقصےٰ کی نماز

حد مناسب سے چھوٹی ہوتی ہے اتنی چھوٹی اور ہلکی نماز پڑھانا بھی اچھا نہیں ہوتا۔ مسجد اقصےٰ والوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی نماز کو ذرا لمبا کر دیں۔ اور خشوع وخضوع اور آہستگی کے ساتھ نماز کے ارکان ادا کیا کریں۔ میں دیکھتا ہوں کہ جب امام اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کو جاتا ہے تو لوگوں کے گھٹنے کھٹ کھٹ کر کے زمین پر لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ نماز کی تمام حرکات میں وقار اور آہستگی چاہیئے۔ اس قسم کی جلدی بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے خلاف ہے ـــ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم نماز پڑھو تو۔

آہستگی اور وقار سے نماز ادا کرو

آہستگی اور اطمینان سے اس کے ارکان ادا کرو۔ اُٹھو تو آہستگی سے اُٹھو۔ جھکو تو آہستگی سے جھکو۔ یہ نماز کی روح ہے جو پیدا کرنی چاہیئے۔ جو شخص اس طرح نماز نہیں پڑھتا اُس کے دل میں درد اور تضرع پیدا نہیں ہو سکتا۔ بہرحال میں دیکھتا ہوں کہ اب سینکڑوں لوگوں نے

مسجد مبارک میں نماز پڑھنے کیلئے

آنا شروع کر دیا ہے۔ اور یا تو مسجد کی دو تین صفیں ہی پُر ہوتی تھیں۔ باقی مسجد خالی پڑی رہتی تھی۔ اور یا اب مسجد کا نچلا حصہ بھی پُر ہو جاتا ہے۔ چھت بھی بھر جاتی ہے۔ اور گلیوں میں کھڑے ہو کر لوگوں کو نمازیں پڑھنی پڑتی ہیں۔ یہ خدا کا کتنا بڑا فضل ہے۔ جو ہم پر نازل ہوا۔ کہ یا تو ہم کہا کرتے تھے کہ ہم مسجد کو پُر کس طرح کریں۔ کافی تعداد میں لوگ یہاں نماز پڑھنے کے لئے آتے ہی نہیں اور یا یہ سوال اُٹھ کھڑا ہوا ہے جبکہ میں نے اس طرف توجہ دلائی لوگوں کے قلوب میں ایسا تغیر پیدا ہوا۔ اور انہوں نے اتنی کثرت سے مسجد میں آنا شروع کر دیا کہ اب

مسجد نمازیوں کے لئے بالکل ناکافی

معلوم ہوتی ہے۔ ہم نے مسجد مبارک کی توسیع کے لئے دیر سے اُس کے ساتھ ہی ایک جگہ لے رکھی تھی۔ مگر اُس کو بڑھانے کا خیال نہیں آتا تھا۔ کیونکہ جب پہلے ہی مسجد خالی رہتی ہو تو اُسے اور کس طرح بڑھایا جا سکتا تھا مگر جب اس تحریک کے نتیجہ میں لوگوں نے اتنی کثرت سے وہاں نماز کے لئے آنا شروع کر دیا کہ نمازیوں کے لئے گنجائش نہ رہی تو کل عصر کے وقت میں نے اس کا ذکر کیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ہمیں

مسجد مبارک کی توسیع

کرنی چاہیئے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ شام کی نماز کے بعد جب میں بیٹھا تو میں نے بعض ایسے دوستوں کا نام لکھوانا شروع کر دیا جنہوں نے اس غرض کے لئے مجھے چندہ دیا ہوا تھا۔ اس پر دوسرے دوستوں نے بھی اسی وقت چندہ دینا شروع کر دیا۔ اور بعض نے وعدے لکھوانے شروع کر دیئے۔ اور اس اخلاص سے چندے دیئے اور وعدے لکھوائے شروع کئے کہ نماز مغرب میں شامل ہونے والے نمازیوں سے ہی اندازہ کی رقم پوری ہو گئی۔ ہمارا اندازہ مسجد کی زیادتی کے خرچ کا دس ہزار روپیہ کا تھا مگر اب تک خدا تعالیٰ کے فضل سے پندرہ ہزار روپے کے وعدے ہو چکے ہیں (آج ہفتہ کی شام تک

سترہ ہزار سے زائد کے وعدے

ہو چکے ہیں) اور ان میں سے سات ہزار روپیہ تو نقد وصول ہو چکا ہے۔ باقی روپیہ بھی اُمید ہے دو چار دنوں میں دوستوں کی طرف سے مل جائیگا (آج ہفتہ کی شام تک

دس ہزار سے اوپر نقد

آ چکا ہے) یہ کیسا شاندار اخلاص کا نمونہ ہے۔ جو ہماری جماعت نے دکھایا۔ دنیا میں آج کونسی جماعت ہے جو دین کی خدمت کے لئے ایسا نمونہ دکھا رہی ہے لوگ کہتے ہیں کہ قادیان میں لوگ بیٹھے ہیں جو مجاور ہیں۔ اور جن کا کام روٹیاں کھانا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ جو قربانی یہ ایک چھوٹی سی جماعت کر رہی ہے۔ جس کے افراد کو مجاور کہا جاتا ہے

اسکی مثال آج دنیا میں کہیں نہیں مل سکتی

میں جانتا ہوں کہ دنیا میں کروڑ پتی نہیں ارب پتی لوگ بھی موجود ہیں۔ اور وہ اگر چاہیں تو ایک ایک موقع پر بیس بیس۔ تیس تیس ہزار بلکہ بعض دفعہ لاکھ لاکھ روپیہ دے دیتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہاں کن لوگوں کی جیبوں سے یہ چندہ نکلتا ہے۔ جن لوگوں کی جیبوں سے یہ چندہ نکلتا ہے وہ کروڑ یا ارب پتی نہیں بلکہ

نہایت غریب لوگ

ہیں اور ان کے گزارے بہت معمولی اور ادنیٰ ہیں۔ مگر دین کے لئے جس قربانی اور ولولہ کا وہ ثبوت دے رہے ہیں۔ وہ یقیناً

ایک بے مثال بات

ہے۔ میں جانتا ہوں مسلمانوں میں بڑے بڑے جلسے ہوتے ہیں۔ اور مسلمان لیڈر چندہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر انہیں سوائے ناکامی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ مجھے ایک دفعہ سر سکندر حیات خان مرحوم اور سر فیروز خان نون کا تار ملا کہ سائمن کمیشن کی رپورٹ پر ہم نے بحث کرنی ہے۔ آپ بھی شملہ اس غرض سے آئیں۔ چنانچہ میں شملہ چلا گیا۔ جو جلسہ اس غرض کے لئے منعقد ہوا۔ اس میں یہ تجویز پیش ہوئی کہ اس غرض کے لئے مسلمانوں کو منظم کیا جائے اس وقت جس قدر مسلمان لیڈر موجود تھے انہوں نے کہا اس میں بڑی مشکل بات یہ ہے کہ ہمارے پاس فنڈ موجود نہیں ہیں اور اس کام کے لئے روپے کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا آپ لوگ اندازہ لگائیں کہ آپ کس قدر روپے میں یہ کام کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس کام کے لئے ہمیں دو ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ میں ان کی یہ بات سن کر حیران رہ گیا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں کہ دو ہزار روپیہ سے یہ عظیم کام ہو جائیگا میں نے اس غلطی کی طرف اُن کو توجہ دلائی۔ تو انہوں نے کہا اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں اس وقت ایسی بدظنی کی لہر دوڑ رہی ہے کہ

لوگ چندہ دیتے ہی نہیں

میں نے کہا اس غرض کے لئے لاکھوں روپے کی ضرورت ہے۔ اگر کام کرنا ہے تو ضرورت کے مطابق آپ لوگ روپیہ جمع کریں اور اس کی یہ صورت ہے کہ ہر صوبے کے ذمے پچاس پچاس ہزار کی رقم ڈالدیں میں پنجاب کا ذمہ لیتا ہوں۔ گو لوگ ہمارے مخالف ہیں۔ مگر یہ رقم پنجاب سے جمع کر دینے کا میں ذمہ لیتا ہوں۔ بہرحال آپ کو یہ رقم میں جمع کر دوں گا۔ اس پر ایک کمیٹی مقرر کی گئی۔ جس میں مجھے بھی ممبر بنایا گیا۔ میں نے اس کمیٹی کے اجلاس میں مختلف ممبروں پر زور دے کر ان سے رقوم لکھائیں اور صرف اس کمیٹی کے ممبروں سے گیارہ ہزار سے زائد کے وعدے لکھوا دیئے مگر لوگوں کے ڈر سے انہوں نے میری تجویز کو قبول نہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو ہزار مجھ سے ان کو وصول ہوا۔ اور پانچسو سر فیروز خاں صاحب سے ـــ باقی چندہ انہوں نے وصول ہی نہ کیا بلکہ ایک دوسرے کو چندہ دینے سے روکتے رہے۔

لیکن اس کے برخلاف میں دیکھتا ہوں۔ کہ یہاں میں عصر کی نماز میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ اور عشاء کی نماز تک ہمیں اپنے اندازہ سے بھی زیادہ رقم وصول ہو جاتی ہے۔

باہر کی جماعتوں کو

بے شک اس سے صدمہ ہوگا۔ کہ انہیں اس تحریک میں حصہ لینے کا موقعہ نہیں ملا۔ لیکن اس مسجد اقصےٰ کو دیکھو۔ کہ اب یہ بھی تنگ ہو رہی ہے۔ کس طرح ایک ایک قدم اٹھا کر ہم نے اس مسجد کو بڑھایا۔ مگر حالت یہ ہے۔ کہ اب پھر یہ مسجد خدا کے فضل سے تنگ ہو گئی ہے۔ اس مسجد کے ایک طرف پہلے عورتیں بیٹھا کرتی تھیں۔ ان بیچاریوں نے اس جگہ کے لئے چندہ بھی دیا تھا۔ مگر ہم نے ان کو نکال دیا۔ اب مرد اس جگہ نماز پڑھتے ہیں۔ اور عورتیں ہمارے گھر میں نماز پڑھتی ہیں۔ تو باہر کی جماعتوں کو فکر نہیں کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے لئے نیکی کے میدان میں آگے بڑھنے کے اور کئی سامان پیدا کر دے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ رویا میں دیکھا کہ

قادیان کی آبادی بیاس تک

پھیل گئی ہے۔ میں اس رویا سے یہ سمجھا کرتا ہوں کہ قادیان کی آبادی دس بارہ لاکھ کی ضرور ہوگی۔ اور اگر دس بارہ لاکھ کی آبادی ہو تو اس کے معنے یہ ہیں کہ چار لاکھ لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے آیا کریں گے۔ پس میرے نزدیک یہ مسجد بہت بڑھے گی۔ بلکہ ہمیں اس قدر بڑھانی پڑے گی۔ کہ چار لاکھ نمازی اس مسجد میں آسکیں۔ اس غرض کے لئے اسے چاروں طرف بڑھایا جاسکتا ہے۔ اس وقت بھی جس جگہ کھڑے ہو کر میں یہ خطبہ پڑھ رہا ہوں۔ یہ اُس حصہ سے باہر ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھا۔ وہ مسجد اس موجود مسجد کا غالباً دسواں حصہ ہوگی۔ تو دیکھو اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا فضل ہے۔ کہ لوگوں کی مسجدیں خالی پڑی رہتی ہیں۔ اور ہم اپنی مساجد کو بڑھاتے ہیں۔ تو وہ اور تنگ ہو جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ لوگوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جگہ نہیں ملتی۔ مجھے یاد ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں

صرف ایک ہی فعل مجھ سے ایسا ہوا۔ جس سے میں سخت ڈرا۔ اس میں میری ہی غلطی تھی۔ اور میں فوری طور پر پکڑا گیا۔ لیکن میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ کہ میری جلدی ہی بریت ہو گئی۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گردہ میں درد تھا۔ اور آپ جمعہ پڑھنے کے لئے تشریف نہ لا سکے۔ میری اس وقت پندرہ سولہ سال کی عمر تھی۔ میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے گھر سے نکلا۔ اور مسجد کو آنے لگا۔ جب میں موڑ تک پہنچا۔ تو ایک احمدی دوست مجھے ملے جو واپس جا رہے تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ آپ واپس کیوں جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مسجد میں بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ میری جو شامت آئی۔ تو بغیر اس کے کہ میں آگے بڑھکر تحقیق کر لیتا۔ کہ آیا واقعہ میں مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے یا نہیں۔ اور وہاں کھڑے ہونے یا بیٹھنے کی جگہ ہے یا یہ شخص یونہی کہہ رہا ہے۔ وہاں سے واپس چلا گیا۔ اور ظہر کی نماز گھر میں پڑھنی شروع کر دی یہ

اللہ تعالیٰ کا احسان

ہے۔ کہ میں چھوٹی عمر سے ہی نمازوں کا پابند ہوں۔ اور میں نے آج تک ایک نماز بھی کبھی ضائع نہیں کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھ سے کبھی یہ دریافت نہیں فرمایا کرتے تھے۔ کہ تم نے نماز پڑھی ہے یا نہیں پڑھی۔ مجھے یاد ہے جب میں گیارھویں سال میں تھا۔ تو ایک دن میں نے ضحیٰ یا اشراق کے وقت وضو کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوٹ پہنا اور خدا تعالیٰ کے حضور میں خوب رویا اور میں نے عہد کیا۔ کہ میں آئندہ نماز کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ خدا تعالےٰ کا فضل ہے کہ اس عہد اور اقرار کے بعد میں نے کبھی کوئی نماز نہیں چھوڑی۔ لیکن پھر بھی چونکہ میں بچہ تھا۔ اور بچپن میں کھیل کود کی وجہ سے بعض دفعہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں سستی ہو جاتی ہے۔ اس لئے ایک دفعہ کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس

میری شکایت

کی۔ کہ آپ اسے سمجھائیں۔ یہ نماز باجماعت پوری پابندی سے ادا کیا کرے۔ میر محمد اسحٰق صاحب مجھ سے دو سال چھوٹے ہیں۔ اور بچپن میں چونکہ ہم اکٹھے کھیلا کرتے تھے اور ہمارے نانا جان میر ناصر نواب صاحب کی طبیعت بہت تیز تھی۔ اس لئے وہ میر محمد اسحاق صاحب کو ناراض ہوا کرتے تھے۔ اور سختی سے انہیں نماز پڑھنے کے لئے کہا کرتے تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کسی نے میرے متعلق یہ شکایت کی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ایک تو میر صاحب کی نماز پڑھتا ہے۔ اب میں نہیں چاہتا۔ کہ دوسرا میری نماز پڑھے۔ میں یہی چاہتا ہوں۔ کہ وہ خدا کی نماز پڑھا کرے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے نماز پڑھنے کے متعلق کبھی نہیں کہا۔ میں خود ہی تمام نمازیں پڑھ لیا کرتا تھا۔ لیکن اُس دن شاید میری غفلت کو اللہ تعالیٰ دور کرنا چاہتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے دیکھ کر کہا۔ کہ محمود ادھر آؤ! میں گیا تو آپ نے فرمایا تم جمعہ پڑھنے نہیں گئے؟ میں نے کہا۔ میں گیا تو تھا۔ مگر معلوم ہوا کہ مسجد بھری ہوئی ہے۔ وہاں نماز پڑھنے کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ میں نے کہنے کو تو یہ کہہ دیا۔ مگر اپنے دل میں سخت ڈرا۔ کہ میں نے دوسرے کی بات پر کیوں اعتبار کر لیا۔ معلوم نہیں اس نے جھوٹ کہا ہے یا سچ کہا ہے۔ اگر اُس نے سچ بولا ہے تب تو خیر۔ لیکن اگر اُس نے جھوٹ بولا ہے تو چونکہ اُسی کی بات میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بیان کر دی ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھ سے ناراض ہونگے۔ کہ تم نے جھوٹ کیوں بولا۔ غرض میں اپنے دل میں سخت خائف ہوا۔ کہ آج نہ معلوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا فرماتے ہیں۔ اتنے میں نماز پڑھکر

مولوی عبد الکریم صاحب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عیادت کے لئے آئے۔ میں قریب ہی ادھر ادھر منڈلا رہا تھا۔ کہ دیکھوں آج کیا بنتا ہے۔ اُن کے آتے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن سے سوال کیا کہ آج جمعہ میں لوگ زیادہ آئے تھے اور مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گنجائش نہیں رہی تھی؟ میرا دل تو یہ سنتے ہی بیٹھ گیا۔ کہ خبر نہیں اُس شخص نے مجھ سے سچ کہا تھا یا جھوٹ کہا تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے میری عزت رکھ لی۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم رضؓ میں خدا تعالےٰ کے احسانات پر شکر ادا کرنے کا مادہ بہت زیادہ پایا جاتا تھا۔ انہوں نے یہ سنا تو کہا۔ کہ حضور اللہ کا بڑا احسان تھا مسجد خوب لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ اُس میں بیٹھنے کے لئے ذرا بھی گنجائش نہیں رہی تھی۔ تب میں نے سمجھا۔ کہ اُس احمدی نے جو کچھ کہا تھا وہ سچ تھا۔ تو اللہ تعالےٰ نے ہماری ترقی کا یہی ذریعہ رکھا ہے۔ کہ

ہماری مسجدیں بڑھتی جائیں

اور لوگوں سے ہر وقت آباد رہیں جب تک تم مسجدوں کو آباد رکھو گے۔ اُس وقت تک تم بھی آباد رہو گے۔ اور جب تم مسجدوں کو چھوڑ دو گے اُس وقت اللہ تعالےٰ تم کو بھی چھوڑ دے گا۔

غرض اللہ تعالےٰ کا احسان ہے کہ اُس نے میری تحریک کو قبول فرمایا۔ اور چند گھنٹوں کے اندر اندر ہمارے اندازہ سے زیادہ روپیہ جمع ہو گیا۔ میرا منشاء ہے۔ کہ اب

مسجد مبارک میں ایک لاؤڈ سپیکر

بھی لگا دیا جائے۔ کیونکہ نمازیوں کے زیادہ آنے کی وجہ سے بات دور تک آسانی سے پہنچائی نہیں جاسکتی۔ (جمعہ کے معاً بعد ایک احمدی بجلی کے کارخانہ کے مالک نے پیش کیا۔ کہ وہ لاؤڈ سپیکر اس غرض کے لئے مسجد کو اپنی فرم کی طرف سے پیش کریں گے فجزاھم اللہ احسن الجزاء)

باہر کے لوگوں کو گھبرانا نہیں چاہیئے کہ وہ اس تحریک میں حصہ لینے سے محروم رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُن کے لئے ثواب کے اور مواقع بہم

بچہ بنا دے گا۔

ابتداء خلافت میں

جب لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ چند مجاوروں نے جن کا کام روٹیاں کھانا تھا۔ خلافت کو تسلیم کر لیا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے قادیان کے لوگوں کو اس سے ضرور صدمہ ہوا ہوگا۔ کیونکہ انہی دنوں میں میں نے رویا میں دیکھا۔ کہ ایک شخص کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ

"مبارک ہو قادیان کی غریب جماعت تم پر خلافت کی رحمتیں یا برکتیں نازل ہوتی ہیں" (منصب خلافت صد۳۳)

پس یہ خلافت کی برکت ہی ہے۔ جو تم دیکھ رہے ہو۔ کہ کس طرح قادیان کے غریبوں اور مسکینوں نے ایسی قربانی پیش کی۔ جس کی نظیر اور کسی جماعت میں نہیں مل سکتی۔ آج مجھے حیرت ہوئی۔ جبکہ

ایک غریب عورت

جو تجارت کرتی ہے جس کا سارا سرمایہ سوڈیڑھ سو روپیہ کا ہے۔ اور جو ہندوؤں سے مسلمان ہوئی ہے۔ صبح ہی میرے پاس آئی۔ اور اس نے دس دس روپیہ کے پانچ نوٹ یہ کہتے ہوئے مجھے دیئے۔ کہ یہ میری طرف سے مسجد مبارک کی توسیع کے لئے ہیں۔ میں نے اس وقت اپنے دل میں کہا۔ کہ اس عورت کا یہ چندہ اس کے سرمایہ کا آدھا یا ثلث ہے۔ مگر اس نے خدا کا گھر بنانے کے لئے اپنا آدھا یا ثلث سرمایہ پیش کر دیا۔ پھر کیوں نہ ہم یقین کریں۔ کہ خدا بھی اپنی اس غریب بندی کا

گھر جنت میں

بنائے گا۔ اور اسے اپنے انعامات سے حصہ دے گا۔

پس اللہ تعالے کے جو فضل ہم پر ہیں۔ اُن کو دیکھتے ہوئے ہم یہی سمجھتے ہیں۔ کہ

ہمارا ہر قدم ترقی کے میدان میں بڑھتا چلا جائے گا

جتنا کام اس وقت تک ہوا ہے۔ خدا نے کیا ہے۔ اور آگے بھی خدا ہی کرے گا۔

(۴)

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نصیحت

کہ اپنی تمام زندگی خدا تعالےٰ کے دین کی خدمت کے لئے وقف کر دیں

اس کے بعد میں کچھ اور باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ اور میں ان باتوں کو جلدی جلدی اس لئے کہہ رہا ہوں۔ کہ میں نہیں جانتا۔ میری کتنی زندگی ہے۔ میں اس مقام پر سب سے پہلے

اپنے خاندان کو نصیحت

کرتا ہوں۔ کہ دیکھو ہمارے اوپر اللہ تعالےٰ کے اس قدر احسانات ہیں۔ کہ اگر سجدوں میں ہمارے ناک گھس جائیں۔ ہمارے ہاتھوں کی ہڈیاں گھس جائیں۔ تب بھی ہم اس کے احسانات کا شکر ادا نہیں کر سکتے اللہ تعالےٰ نے اپنے آخری موعود کی نسل میں ہمیں پیدا کیا ہے۔ اور اس فخر کے لئے اس نے اپنے فضل سے ہمیں چن لیا ہے۔ پس ہم پر ایک بہت بڑی ذمہ واری عائد ہے۔ دنیا کے لوگوں کے لئے دنیا کے اور بہت سے کام پڑے ہوئے ہیں۔ مگر ہماری زندگی تو

کلیتہً دین کی خدمت

اور اسلام کے احیاء کے لئے وقف ہونی چاہیئے۔ مگر میں دیکھتا ہوں ہمارے خاندان کے کچھ افراد دنیا کے کام میں مشغول ہو گئے ہیں۔ بے شک وہ چندے بھی دیتے ہیں۔ بے شک وہ نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ بیشک وہ اور دینی کاموں میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ مگر یہ وہ چیز ہے۔ جس کی اللہ تعالےٰ ہر مومن سے امید کرتا ہے۔ ہر مومن سے وہ توقع کرتا ہے۔ کہ وہ جہاں دنیا کے کام کرے۔ وہاں چندے بھی دے۔ وہاں نمازیں بھی پڑھے۔ وہاں دین کے اور کاموں میں بھی حصہ لے۔ پس اس لحاظ سے ان میں اور عام مومنوں میں کوئی امتیاز نہیں ہو سکتا حالانکہ خدا ہم سے دوسروں کی نسبت زیادہ امید کرتا ہے۔ خدا ہم سے یہ نہیں چاہتا۔ کہ ہم کچھ وقت دین کو دیں۔ اور باقی وقت دنیا پر صرف کریں۔ بلکہ خدا ہم سے یہ چاہتا ہے۔ کہ ہم اپنی تمام زندگی خدا تعالےٰ کے

دین کی خدمت کے لئے وقف

کر دیں۔ حضرت داؤد فرماتے ہیں۔ میں نے آج تک کسی بزرگ کی سات پشتوں تک کو بھیک مانگتے اور فاقہ کرتے نہیں دیکھا۔ اس کے معنے یہی ہیں۔ کہ سات پشتوں تک اللہ تعالےٰ خود اس خاندان کا محافظ ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس کے یہ بھی معنے ہیں کہ جب سات پشتوں تک خدا خود اس خاندان کا محافظ ہو جاتا ہے۔ تو اس خاندان کے افراد کا بھی فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ کم سے کم سات پشتوں تک سوائے دین کی خدمت کے اور کوئی کام نہ کریں۔ اگر وہ دنیا کے کام چھوڑ دیں۔ تو اس کے نتیجہ میں فرض کرو ان کو فاقے آنے لگ جاتے ہیں۔ تو پھر کیا ہوا۔ سب کچھ خدا کی مشیت کے ماتحت ہوتا ہے۔ اگر اس رنگ میں ہی کسی وقت اللہ تعالےٰ ان کا امتحان لینا چاہے۔ اور انہیں فاقے آنے شروع ہو جائیں۔ تب بھی اس میں کونسی بڑی بات ہے۔ کیا لوگ دنیا میں فاقے نہیں کیا کرتے۔ اگر دنیا کے اور لوگ فاقے کر لیتے ہیں۔ تو فاقہ سے ڈر کر ہمارے لئے دین کی خدمت کو چھوڑنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے

اس وقت ہمارے پاس اپنے گزارے کا کوئی سامان نہ تھا۔ والدہ سے اس کے ہر بچہ کو محبت ہوتی ہے۔ لیکن میرے دل میں نہ صرف اپنی والدہ ہونے کے لحاظ سے حضرت ام المومنین کی عظمت تھی۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ ہونے کی وجہ سے آپ کی دوہری عزت میرے قلب میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ جس چیز نے

میرے دل پر خاص طور پر اثر

کیا وہ یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے ہیں۔ اس وقت آپ پر کچھ قرض تھا۔ آپ نے یہ نہیں کیا۔ کہ جماعت کے لوگوں سے کہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس قدر قرض ہے یہ ادا کر دو۔ بلکہ آپ کے پاس جو زیور تھا اسے آپ نے بیچ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرض کو فوراً ادا کر دیا۔ میں اس وقت بچہ تھا۔ اور میرے لئے ان کی خدمت کرنے کا کوئی موقعہ نہ تھا۔ مگر میرے دل پر ہمیشہ یہ اثر رہتا تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کتنی محبت کرنے والا اور آپ سے تعاون کرنے والا ساتھی دیا۔ پھر ہمارے لئے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے

کچھ گزارہ

مقرر کرنا چاہا۔ میں نے اس بات کا پہلے بڑا مقابلہ کیا۔ اور کہا کہ ہم ہرگز گزارہ نہیں لیں گے۔ لوگ مجھے کہتے۔ کہ آخر آپ کیا کریں گے۔ تو میں یہی کہتا۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ کو ہمیں بھوکا رکھنا منظور ہے۔ تو ہم بھوکے رہیں گے۔ مگر جماعت سے گزارہ کے لئے کوئی رقم نہیں لیں گے۔ یہاں تک کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی۔ اس پر آپ نے مجھے بلایا۔ اور فرمایا۔ کہ میاں

خدا کا ایک الہام

ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا۔ اور میں نے اس الہام کے یہ معنے نکالے ہیں۔ اس لئے تم اس گزارہ کو قبول کر لو۔ چنانچہ میں نے وہ گزارہ قبول کر لیا۔ مگر وہ گزارہ اس سے بہت کم تھا۔ جو آج کل ہماری اولادوں کو ملتا ہے۔ اس وقت مجھے ساٹھ روپے ماہوار ملا کرتے تھے۔ اور ہم نہ صرف میاں بیوی تھے۔ بلکہ اس وقت تک دو بچے بھی ہو چکے تھے۔ اور ایک خادمہ بھی تھی۔ اس کے علاوہ میں انہی روپوں میں سے دس روپے کے قریب دینی کاموں میں خرچ کرتا تھا۔ گویا پچاس روپیہ میں ہم گزارہ کیا کرتے تھے۔ لیکن میرے دل میں اس وقت کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہوا۔ کہ ہمیں گزارہ کم ملتا ہے

ہماری جائیداد

بیشک تھی۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ جائیداد کی طرف توجہ نہیں کیا کرتے تھے۔ اسلئے ہمیں بھی پتہ نہیں تھا کہ وہ جائیداد کیا ہے اور کتنی قیمت کی ہے۔ بعد میں وہ جائیداد خدا تعالیٰ کے فضل سے لاکھوں روپیہ کی ثابت ہوئی۔ اور باوجود اس کے کہ بہت سی جائیداد ہم بیچ کر کھا چکے ہیں۔ اب بھی اگر سب بھائیوں میں وہ جائیداد تقسیم کی جائے۔ تو ہر ایک کا لاکھ لاکھ ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ کا حصہ نکل سکتا ہے۔ حالانکہ چار پانچ لاکھ روپیہ کی جائداد ہم بیچ چکے ہیں۔ تو یہ چیز موجود تھی۔ مگر ہمیں اس کا پتہ نہیں تھا اور نہ اس جائداد کی قیمت کا ہمیں کوئی علم تھا۔ نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جائداد سے کوئی واسطہ رکھا۔ اور نہ ہمیں اس کی طرف کوئی توجہ پیدا ہوئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے ذرائع سے روپیہ دینا شروع کر دیا جو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھے۔ لوگ جہاں مجھ پر مختلف اعتراضات کیا کرتے ہیں۔ مگر میں ان اعتراضات کی پرواہ نہیں کیا کرتا۔ وہاں

مالی معاملات میں

جب بھی مجھ پر کوئی اعتراض کیا گیا ہے۔ میں نے دلیری سے کہا ہے کہ تم مجھ سے پائی پائی کا حساب لے لو۔ میں تمہیں بتانے کے لئے تیار ہوں کہ میری جائیداد کس طرح بنی ہے اور یہ تمام باتیں زبانی نہیں بلکہ رجسٹروں اور تحریروں سے میں ثابت کر سکتا ہوں کہ میں نے جماعت کے روپیہ سے جائیداد نہیں بنائی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے خود ہی مجھ کو جائیداد دی ہے۔ چنانچہ آج بڑے سے بڑے دشمن کو بھی

میں حساب دینے کیلئے تیار ہوں

اور ثابت کر سکتا ہوں کہ میں نے جماعت کے روپیہ سے ہرگز کوئی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے توقع سے بہت زیادہ جائیداد دی ہے جس کا قیاس اور وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے پیشگوئی کے ذریعہ سے پہلے مجھے اس جائیداد کی خبر دی۔ پھر ایسے سامان کئے کہ معجزانہ رنگ میں وہ جائیداد مجھے مل گئی۔ اور ہر قدم پر ایسے حالات پیدا ہوئے کہ جبراً وہ جائیداد مجھے لینی پڑی۔ کہیں کوئی مجبوری پیدا ہوئی اور اس کی وجہ سے جائیداد لینی پڑی۔ اور کہیں کوئی مصلحت نظر آئی تو جائیداد لینی پڑی۔ بہر حال یاد رکھو۔

خدا اپنے بندوں کو دیتا ہے

اور ایسے طور پر دیتا ہے کہ بندہ لیتے لیتے تھک جاتا ہے۔ پھر کیوں وہ خدا پر یقین اور توکل نہیں کرتے اور دنیوی کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ پر توکل کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان میں ہونے کی وجہ سے جس طرح ہم تینوں بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق دی ہے کہ ہم نے اپنی زندگیاں دین کے لئے وقف کر دی ہیں۔ اسی طرح وہ

اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کے لئے وقف کر دیں

اپنی اولادوں کو خدا تعالیٰ کیلئے وقف کر دیں۔ اور دنیوی کاموں کی بجائے دین کے کاموں اور اسلام کے احیاء میں حصہ لیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو اوّل تو میں انہیں بتاتا ہوں خدا انہیں فاقہ نہیں دے گا۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ اگر خدائی مشیت کے ماتحت کسی وقت انہیں فاقہ بھی کرنا پڑے تو یہ فاقہ ہزاروں کھانوں سے زیادہ بہتر ہوگا۔ اسوقت دین پر ایک آفت آئی ہوئی ہے اسلام ایک مصیبت میں مبتلا ہے اور اس کا وہی نقشہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان الفاظ میں کھینچا کہ ؎

بیکس شد دینِ احمدؐ ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمدؐ کار نیست

پس

اے ابناء فارس

تم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا قرار دیا ہے۔ اور بیٹا اسی وجہ سے قرار دیا گیا ہے۔ تا آپ کے خاندان کو معلوم ہو کہ وہ خویشوں میں سے ہیں اور ان سے زیادہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ دین کی خدمت کریں گے۔ پس تم رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خویشوں میں سے ہو۔ تمہیں اوروں سے زیادہ دین کی خدمت کرنی چاہیئے۔ مجھے تو اس بات کی کبھی سمجھ ہی نہیں آ سکتی۔ کہ اگر خدا نے دین کی خدمت کا کام کرتے ہوئے دنیوی لحاظ سے مجھے اپنے فضلوں سے حصہ دیا ہے۔ تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ میری اولاد یا اولاد در اولاد دین کی خدمت کا کام کرے اور وہ فاقہ سے مرتی رہے۔ اگر وہ

مومنانہ رنگ

اختیار کریں تو تھوڑے روپیہ میں بھی آسانی سے گذارہ کر سکتے ہیں۔ اور اگر حرص بڑھا لیں تو پھر پانچ یا دس ہزار روپیہ کمانے کی کیا شرط ہے۔ انسان کہتا ہے۔ مجھے بیس ہزار روپیہ ملے۔ جب بیس ہزار روپیہ اکٹھا کر لیتا ہے تو کہتا ہے۔ میرے پاس پچاس ہزار روپیہ ہو جائے۔ جب پچاس ہزار روپیہ ہو جاتا ہے۔ تو چاہتا ہے کہ اس کے پاس ایک لاکھ روپیہ ہو جائے۔ پس اگر اس حرص کو بڑھاتے چلے جائیں۔ تو پھر بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور اس کا کہیں خاتمہ نہیں ہوتا۔ دنیا میں ایسے ایسے لوگ موجود ہیں۔ جن کی ماہوار آمد پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ لاکھ روپیہ ہے۔ مگر پھر بھی وہ یہی چاہتے ہیں کہ ان کے پاس اور روپیہ آ جائے۔ پس اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ دنیوی کاموں کو چھوڑ دو اور دین کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دو۔ اسلام اسوقت قربانی کا محتاج ہے۔ اور

سب سے پہلا حق

اس قربانی کو ادا کرنے کا ہم پر ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ اول المومنین تھے۔ اس کے معنے بھی یہی ہیں کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے احکام کا مخاطب اپنے آپ کو سمجھتے تھے۔ اور دوسروں کو کہنے سے پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھا دیتے تھے۔ مجھ پر بھی جب یہ تازہ انکشاف ہوا۔ اور اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو ایک دو منٹ تو اس رؤیا پر ہی میں غور کرتا رہا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے معاً مجھے سمجھ دی کہ اتنا وقت میں نے ناحق ضائع کر دیا۔ اور میں نے فوراً اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ

یا ربّ انا اوّل المومنین

جب خدا کسی کے سپرد کوئی کام کرتا ہے تو اس پر بہت بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ یہ خوشی کا مقام نہیں بلکہ گھبراہٹ کا مقام ہوتا ہے اور اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اللہ تعالےٰ کی بات پر ایمان لائے۔

(۵) خدا تعالیٰ کے دین کیلئے جائیدادیں وقف کرنے کی تحریک

اب میں ایک آخری اور ضروری بات کہہ کر اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔ وہ بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے اب

اسلام کی فتح کی ایک نئی بنیاد

رکھ دی ہے تو یقیناً اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے ہم سے

نئی قربانیوں کا مطالبہ

کرنے والا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ آواز میرے منہ سے نکلے گی یا کسی اور شخص کے منہ سے نکلے گی۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ آواز کس رنگ میں نکلے گی۔ لیکن بہر حال یہ آواز بلند ہونے والی ہے۔ ہماری جماعت بیشک چندے دیتی ہے اور بہت دیتی ہے۔ قربانیاں کرتی ہے اور بہت کرتی ہے۔ مگر یہ قربانیاں اسلام کی اشاعت کے لئے کافی نہیں۔ پس میں تجویز کرتا ہوں اور اس تجویز کے مطابق سب سے پہلے میں اپنے وجود کو پیش کرتا ہوں کہ ہم میں سے کچھ لوگ جن کو خدا تعالیٰ توفیق دے۔ اپنی جائیدادوں کو اس صورت میں دین کے لئے وقف کر دیں کہ جب سلسلہ کی طرف سے ان سے مطالبہ کیا جائے گا۔ انہیں وہ جائیداد اسلام کی اشاعت کے لئے پیش کرنے میں قطعاً کوئی عذر نہیں ہوگا۔ میں سب سے پہلے اس غرض کے لئے

اپنی جائیداد وقف کرتا ہوں

دوسرے

چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب:

ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی جائیداد میری اس تحریک پر دین کی خدمت کے لئے وقف کر دی ہے بلکہ انہوں نے مجھے کہا آپ جانتے ہیں آپ کی پہلے بھی یہی خواہش تھی۔ اور ایک دفعہ آپنے اپنی اس خواہش کا مجھ سے اظہار بھی کیا تھا۔ اور میں نے کہا تھا کہ میری جائیداد اس غرض کے لئے لے لی جائے۔ اب دوبارہ میں اس مقصد کے لئے اپنی جائیداد پیش کرتا ہوں۔ تیسرے نمبر پر میرے بھانجے

مسعود احمد خان صاحب

ہیں۔ انہوں نے کل شام مجھے یہ خواہش ہے تو فوراً مجھے لکھا کہ میری جس قدر جائیداد ہے اسے میں بھی اسلام کی اشاعت کے لئے وقف کرتا ہوں۔ اس وقف کی صورت یہ ہوگی کہ ایک کمیٹی بنا دی جائے گی۔ اور جب وہ فیصلہ کرے گی کہ اس وقت اسلام کی ضرورت کے لئے وقف کرنے والوں کی جائیدادوں سے اس اس قدر رقم لے لی جائے۔ اس وقت پہلے عام چندے کی تحریک کی جائے گی۔ اس کے بعد چندہ میں جو کمی رہ جائے گی۔ اس کمی کو یہ کمیٹی ان لوگوں پر نسبتی طور پر تقسیم کر دے گی جنہوں نے اپنی جائیدادیں وقف کی ہوں گی اور ان کا اختیار ہوگا کہ وہ چاہیں تو نقد روپیہ دے دیں اور چاہیں تو اپنی جائیداد کو فروخت کر کے یا گرو رکھ کر اتنا روپیہ دے دیں۔ گویا اسلام کی اشاعت کے لئے آئندہ یہ نہیں ہوگا کہ کہا جائے ہمارے پاس اتنا روپیہ نہیں۔ جماعت میں پہلے ایک عام تحریک کی جائیگی اور اس کے بعد جو کمی رہ جائیگی اس بار کو ہم لوگ اپنے اوپر لے لیں گے جنہوں نے دین کیلئے

اپنی جائیدادوں کو وقف

کر دیا ہوگا۔ اور جو کمیٹی مقرر ہوگی وہ جائیدادوں کے مطابق ہر ایک کا حصہ اُسے بتا دے گی مثلاً فرض کرو ایک شخص کی جائیداد ایک لاکھ روپے کی ہے اور دوسرے کی دس ہزار روپیہ کی تو لاکھ روپے کی جائیداد رکھنے والے کے ذمے مثلاً کمیٹی دس حصے مقرر کر دے گی۔ اور دس ہزار والے کے ذمہ ایک حصہ۔ اور اُن کا اختیار ہوگا کہ وہ چاہیں تو نقد روپیہ ادا کر دیں۔ اور چاہیں تو اپنی جائیداد کو فروخت کر کے یا گرو رکھ کر ادا کر دیں۔ بہر حال اس معاہدہ کے بعد ان کا کوئی حق نہیں ہوگا کہ وہ کہہ سکیں کہ ہم اپنی جائیداد کا اتنا حصہ دے سکتے ہیں اتنا نہیں دے سکتے۔ یہ کمیٹی کا اختیار ہوگا کہ ان سے جس قدر ضرورت سمجھے مطالبہ کرے۔ انکا حق نہیں ہوگا کہ وہ انکار کریں۔ اس اقرار کے بعد اگر کوئی شخص اس جائیداد کو فروخت کرنا چاہے تو چونکہ اُس سے پہلے وہ اپنی جائیداد سلسلہ کو دے چکا ہوگا۔ اس لئے اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ

جائیداد فروخت کرتے وقت

کمیٹی کو اطلاع دے کہ اس اس رنگ میں میں اپنی جائیداد کو بدلنے لگا ہوں۔ تاکہ کمیٹی کو تمام جائیدادوں کے متعلق صحیح علم حاصل ہوتا رہے۔ اور چونکہ کچھ لوگ اس قسم کے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے پاس جائیدادیں نہیں ہوتیں لیکن ان کی خواہش ہوتی ہے۔ کہ وہ بھی کسی طرح ثواب میں شامل ہوں اسلئے وہ اگر چاہیں تو اس رنگ میں اپنا نام پیش کر سکتے ہیں کہ علاوہ دوسرے چندوں کو ادا کرنے کے جب کبھی اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے خاص قربانیوں کا مطالبہ ہوا۔ میں اپنی ایک مہینہ کی یا دو مہینہ کی یا

تین مہینہ کی آمد

دے دوں گا۔ اور مجھے اور میرے بیوی بچوں کو خواہ کیسی ہی تنگی سے گزارہ کرنا پڑے۔ میں اس کی پروا نہیں کروں گا۔ اس معاہدہ کے مطابق جب قربانیوں کا وقت آیا تو ان لوگوں سے اُن کے وعدے کے مطابق ایک یا دو یا تین مہینہ کی آمد وصول کر لی جائے گی۔ اور اُن کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اس میں کسی قسم کا پس وپیش نہ کریں۔

یہ دو صورتیں ہیں۔ جو اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے ضروری ہیں۔ جو لوگ صاحب جائیداد ہیں۔ اُن کو چاہیئے کہ وہ اپنی جائیدادیں دین کے لئے وقف کر دیں۔ اور ہمارے پاس نوٹ کرا دیں کہ ہماری جائیدادیں آج سے خدا کے دین کی اشاعت کے لئے خرچ ہو سکتی ہیں۔ ہمارا اُن پر کوئی اختیار نہیں ہوگا۔ یہ جائیدادیں گو اُن کے پاس ہی رہیں گی۔ مگر وقت آنے پر اُن سے فائدہ اُٹھایا جا سکے گا۔ اس دوران میں اگر وہ اپنی

جائیداد میں کوئی تغیر و تبدل

کریں تو ان کا فرض ہوگا کہ وہ ہمیں اس تبدیلی سے اطلاع دیں۔ جب اسلام کی طرف سے قربانی کی آواز بلند ہوگی اُس وقت اگر نصف کی ضرورت ہوگی تو اُن سے نصف جائیداد لے لی جائیگی ثلث کی ضرورت ہوگی تو ثلث جائیداد لے لی جائے گی۔ پانچویں ساتویں یا دسویں حصہ کی ضرورت ہوگی۔ تو اس قدر حصہ کا مطالبہ کر لیا جائے گا مگر بہر حال یہ

طوعی تحریک

ہے۔ میرا حکم نہیں ہے کہ ہر شخص اس تحریک میں ضرور شامل ہو۔ جو شخص ثواب کی خاطر اس تحریک میں شامل ہونا چاہے۔ اُسے چاہیئے کہ وہ اس میں جلد شامل ہو جائے۔ اور اپنے نام سے ہمیں اطلاع دے۔ تاکہ دین کے کاموں میں آئندہ کسی قسم کا رخنہ پیدا نہ ہو۔ اور ہم دلیری اور جرأت سے تبلیغ و اشاعت کے کام میں بروقت حصہ لے سکیں۔

پس آج اس خطبہ کے ذریعہ میں یہ اعلان کرتا ہوں۔ تاکہ ساری جماعت میں یہ بات پھیل جائے۔ اور اللہ تعالیٰ جس جس کو توفیق عطا فرمائے وہ اس تحریک میں شامل ہوتا چلا جائے۔ میں نے ابھی اس غرض کے لئے چونکہ کوئی کمیٹی مقرر نہیں کی۔ اس لئے جو دوست اس تحریک میں شامل ہونا چاہیں وہ اپنے اپنے ناموں سے

مجھے اطلاع دیدیں

اور اس امر سے بھی کہ اُن کی کتنی جائداد ہے۔ جو اسلام کی اشاعت کے لئے وہ وقف کرنا چاہتے ہیں۔ جو دوست اطلاع دیں گے اُن کا نام رجسٹر میں نوٹ کر لیا جائے گا۔ اسی طرح تنخواہوں کے متعلق بھی براہ راست مجھے اطلاع دے دی جائے۔ بعد میں جب رجسٹر بن جائیں گے۔ تو اُن کے نام وہاں درج کر دیئے جائینگے

(اس اعلان کے بعد چند گھنٹوں میں

چالیس لاکھ کے قریب کی قیمت کی جائیدادیں

دوستوں نے وقف کر دیں فالحمد للہ باہر کے دوستوں اور قادیان کے اور دوستوں کی درخواستوں کے بعد تعجب نہیں کہ کئی کروڑ روپیہ کا ریزرو فنڈ اس غرض کے لئے قائم ہو جائے اللہ تعالیٰ کا رحم ان پر نازل ہو۔ جو آگے بڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیں اللّٰھم آمین)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم نہایت خوشی سے، نہایت فرحت سے، نہایت بشاشت اور دل کی ٹھنڈک سے اپنی ہر چیز۔ اپنی جان بھی۔ اپنا مال بھی، اپنی اولاد بھی، اپنی بیویاں بھی، اپنے عزیز اور رشتہ دار بھی۔ اپنے جذبات اور احساسات بھی۔ اور اپنے خیالات اور افکار بھی اپنے رب کے پاؤں پر قربان کر دیں اور اس راہ میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ اور تنگ دلی سے کام نہ لیں۔ اللّٰھم آمین

لاہور میں جماعت احمدیہ کا نہایت کامیاب جلسہ

لاہور ۱۲ ماہ امان۔ جناب شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے دس بجے شب بذریعہ فون اطلاع دی ہے کہ آج کا جلسہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت کامیاب ہوا۔ ہوشیار پور کے جلسہ کی طرح حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے اول اور آخر میں دو تقاریر فرمائیں۔ اور بڑے کھلے اور واضح الفاظ میں اہل لاہور کو متنبہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور آسمانی پیغام پر توجہ دیں

مغرب اور عشاء کی نمازیں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے جناب شیخ صاحب موصوف کے مکان پر جہاں حضور فروکش ہیں جمع کر کے پڑھائیں۔ اس کے بعد حضور موجود احباب کے ساتھ اس کمرہ میں تشریف لے گئے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضور ایدہ اللہ پر بذریعہ رؤیا یہ ظاہر فرمایا تھا کہ حضور ہی مصلح موعود ہیں۔ اور احباب سمیت دعا فرمائی۔ حضور نے احباب کو وہ چارپائی بھی دکھائی۔ جس پر انکشاف کے وقت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سوئے ہوئے تھے۔

خان بہادر میاں محمد صادق صاحب کا اپنی بیعت خلافت کا اعلان

میں اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ۱۹۰۸ء سے سلسلہ عالیہ احمدیہ سے وابستہ ہوں۔ ۱۹۳۹ء تک میں لاہور سے باہر رہا۔ سوائے ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۱ء تک جبکہ میں لاہور شہر میں تعینات تھا۔ جہاں مصروفیت کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ اختلاف کے بعد گو ۱۹۱۴ء سے میرا جماعت لاہور کے ساتھ تعلق رہا۔ لیکن زیادہ قریب سے دیکھنے کا موقعہ ۱۹۴۰ء سے قبل میسر نہیں آیا۔ پھر میں مسلم ٹاؤن لاہور میں آ گیا۔ بعد میں میری پنشن ہوگئی۔ اور میں نے سلسلہ کی کتابوں کو بغور پڑھا جس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی صحیح پوزیشن تو وہی ہے۔ جو حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی قلم سے اخبار بدر مورخہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۱۰ء کے صفحہ ۱۰ پر شائع ہو چکی ہے۔ جس کی تائید حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۱۱۔ اور مطبوعہ شرائط بیعت سے بھی ہوتی ہے۔ لیکن جماعت لاہور کی ترقی مسدود ہے۔ اور مستقبل بھی مشکوک ہے۔ زیادہ تفصیلات کی ضرورت نہیں۔ سرمد شہید رح کی مندرجہ ذیل رباعی میں اس کا پورا نقشہ نظر آتا ہے۔ ؎

یاراں چہ قدر راہ دو رنگی دارند ۔ مصحف بہ بغل دین فرنگی دارند
پیوستہ بہم چو مہرہ ہائے شطرنج ۔ در دل ہمہ فکر خانہ جنگی دارند

نہ تو احمدیہ بلڈنگس میں اور نہ ہی مسلم ٹاؤن میں کوئی احمدیت کا چرچا ہے اور نہ ہی کوئی عملی کوشش ہے۔ کہ لوگوں کو سلسلہ میں لایا جاوے۔ اور اشاعت اسلام اور تبلیغی کوشش اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ کہ ہفتہ میں ایک خطبہ جمعہ ہو جائے۔ یا کچھ کتب فروخت ہو جائیں۔ اخبارات بھی برائے نام ہیں اور ایک مردنی سی مسلط ہے۔ بمقابلہ اس کے جماعت قادیان کا ہر فرد جوش تبلیغ سے مخمور اور سرشار ہے۔ اور جماعت کا قدم شاہراہ ترقی پر مضبوطی سے قائم ہے اور مستقبل بھی روشن معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے میں جماعت لاہور سے علیحدہ ہو کر جماعت قادیان سے تعلق قائم کرنا ضروری تصور کرتا ہوں۔ احباب جماعت سے درخواست ہے۔ کہ میرے لئے دعا فرمادیں۔ کہ اللہ تعالےٰ استقامت اور توفیق عمل عطا فرمائے۔ والسلام محمد صادق۔ قادیان ۱۰/۳/۴۴

محمد آباد سندھ میں تبلیغی جلسہ

۱۵ رمارچ۔ محمد آباد سندھ میں تبلیغی جلسہ منعقد ہوگا۔ جس میں علماء سلسلہ تقاریر فرمائینگے اضلاع حیدر آباد اور تھرپارکر کی جماعتیں خاص طور پر شامل ہو کر مستفید ہوں۔ رہائش و خوراک کا انتظام ہوگا۔ خاکسار غلام احمد فرخ مبلغ سلسلہ احمدیہ

ہمارا کام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھیجا ہے کہ توڑ دو اس تہذیب اور تمدن کی عمارت کو جو اسوقت کھڑی ہے ٹکڑے ٹکڑے کر دو اس قلعے کو جو انسانوں نے اسمیں بنالیا ہے۔ اسے زمین کے ساتھ لگا دو بلکہ اسکی جڑیں اکھیڑ کر پھینکدو۔ اور اسکی جگہ وہ عمارت کھڑی کر دو جس کا نقشہ میں تمہیں دیتا ہوں..... اس سب کو توڑنا اور اس سب کو تباہ کر دینا اور اس سب کو برباد کر دینا ہمارا مقصد ہے اور پھر صرف توڑنا اور برباد کرنا ہی کام نہیں۔ بلکہ اسکی جگہ نئی عمارت بنانا جو قرآن کریم کے بتائے ہوئے نقشہ کے مطابق ہو ہمارا کام ہے۔" ان الفاظ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہم خدام کا کام بیان فرمایا۔ یہی وہ کام ہے جس کیلئے آج احمدیت دنیا میں نازل ہوئی۔ مگر ہر کام حرارت عمل چاہتا ہے اور یہ حرارت عمل زندگی کو چاہتی ہے اور زندگی سے مراد انسانی عمر کا وہ موزون ترین وقت ہے جو جوانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ کام درحقیقت ہمارا ہی کام ہے۔ ہمارے ہی ذمے ہے اور ہم نے ہی کرنا ہے جس کے لئے ہمیں خدام الاحمدیہ کے نام سے تنظیم کیا گیا ہے۔ مگر ذمہ واری کا صحیح احساس اور اس کے مطابق جدوجہد ہی ہمیں اس سے سبکدوش کر سکتی ہے۔ خاکسار ملک عطاء الرحمن معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

تازہ اور ضروری خبروں کا خلاصہ

دہلی ۱۱ رمارچ۔ ایک سرکاری اعلان میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ شمالی برما میں یوکوانگ وادی کی جنگ جو جنرل سٹل ول کے ماتحت چینی و امریکن فوجوں نے شروع کی تھی۔ وہ انتہائی نازک حالت پر پہنچ گئی۔ بڑی جاپانی فوج کا دائرہ اور بھی تنگ کر دیا گیا۔ اس وقت درہ دیوم کے شمال مغرب اور شمال مشرق میں بائیسویں چینی ڈویژن کے ساتھ زبردست جنگ ہو رہی ہے۔ اور اس وادی سے جاپانیوں کے زندہ بچ نکلنے کا آخری راستہ بھی مسدود کیا جا رہا ہے۔ یہ ڈویژن درہ دیوم کی جانب بڑھ رہا ہے۔ جس پر پہلے ہی چینی ایک ڈویژن کا قبضہ ہو چکا ہے۔

ماسکو ۱۱ رمارچ۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ ٹارنوپول میں آگ لگی ہوئی ہے۔ اور نکولیف کی بندرگاہ کا کاسک فوجوں نے محاصرہ کر لیا ہے۔

ماسکو ۱۱ رمارچ۔ آج روسی فوجیں بحیرہ اسود کی بندرگاہ نکولیف سے صرف ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہیں۔ اور ڈولنسکا یا نکولیف ریلوے کے صرف تین مزید سٹیشن راستہ میں رہ گئے ہیں۔ جن پر قبضہ کے بعد سرخ فوجیں نکولیف کے دروازوں پر پہنچ جائیں گی۔ اس لڑائی میں جو چار پانچ روز سے جاری ہے۔ ساٹھ اور اسی ہزار کے قریب جرمن ہلاک اور زخمی ہوئے ہیں۔

لاہور ۱۱ رمارچ۔ پنجاب گورنمنٹ نے جعلی سکوں اور ہتھیاروں کی خفیہ برآمد کو روکنے کے لئے ایک محکمہ قائم کیا۔ اس محکمہ نے یکم جنوری ۱۹۴۲ء سے جولائی ۱۹۴۳ء تک مندرجہ ذیل ناجائز اسلحہ برآمد کیا پستول ۲۹۱۷ ریوالور ۲۵۹۔ رائفل ۸۵ بندوقیں ۳۲۳۲ کھوکھریاں ۱۱۲۔ بھالے ۱۰۰۵۹۔ بلم ۲۰۔ گپتیاں ۳۰۹۔ کارتوس ۱۸۱۹۔ چھریاں ۲۱۰۸۸۔ تلواریں ۱۶۸۔ گن بیرل ۳۰۵۲ +

لنڈن ۱۱ رمارچ۔ امریکہ کے نائب وزیر خارجیہ عنقریب برطانوی دفتر خارجیہ برطانیہ میں مقیم یوروپی حکومتوں سے تبادلہ خیالات کے لئے یہاں آ رہے ہیں۔ اور اس میں ترکی کو اسلحہ بہم پہنچانے کا مسئلہ بھی زیر بحث آئے گا۔

لاہور ۱۱ رمارچ۔ پنجاب گورنمنٹ گزٹ کی غیر معمولی اشاعت میں پنجاب جنرل سیلز ٹیکس ایکٹ ۱۹۴۲ء میں ترمیم کرنے کا بل شائع کیا گیا ہے۔ کہ اس اصل میں جو چند ایک خامیاں وغیرہ رہ گئی ہیں۔ وہ اس ترمیمی بل کے ذریعہ دور کی جائیں گی۔

دہلی ۱۱ رمارچ۔ ایک اڑن کشتی کی طرف سے یہ اطلاع ملنے پر کہ جنوبی ہندوستان کے ساحل سے پرے ایک جہاز ڈوب گیا ہے۔ ہوائی جہاز مسافروں کی مدد کے لئے گئے۔ اور دو سو فٹ نیچے آکر دیکھا کہ بچے کھچے مسافر پانچ کشتیوں میں سوار ہیں۔ ہوائی جہازوں نے ہندوستانی بیڑے کے ایک جہاز کی طرف ان کی راہنمائی کی جس نے ۱۱۵ جہازوں کو بچا لیا۔ اس قسم کی اڑن کشتیاں بحیرہ ہند اور بحیرہ عرب میں پرواز کرتی رہتی ہیں۔

احمد آباد ۱۱ رمارچ۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ احمد آباد کے کارخانے ۱۹۴۳ء کے مختلف ٹیکسوں اور جبری بچت کی صورت میں حکومت کو چالیس کروڑ روپے ادا کرینگے

الجیرز ۱۱ رمارچ۔ وشی کے سابق وزیر داخلہ ایم پوچو پر غداری اور سازش کے الزام میں جو مقدمہ چل رہا تھا۔ آج اس کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ اور اسے موت کی سزا دی گئی۔

دہلی ۱۱ رمارچ۔ معلوم ہوا ہے کہ چونکہ ہندوستان میں گندم کی آئندہ فصل کے کم ہونے کا امکان ہے۔ اس لئے حکومت گندم کے راشن میں جو ملانے کا انتظام کر رہی ہے جو عراق سے منگوائے جائینگے۔ غالباً آسٹریلیا سے گندم بھی منگوائی جائے گی۔

واشنگٹن ۱۱ رمارچ۔ امریکن گورنمنٹ نے آئرش گورنمنٹ سے یہ درخواست کہ محوری سفارتخانے ڈبلن میں بند کر دیئے جائیں۔ اسلئے کی تھی کہ یہ سفارتخانے دوسرے محاذ کے متعلق اتحادی سکیم کے سلسلہ میں جاسوسی کا خطرناک مرکز بنے ہوئے ہیں۔ آئرش گورنمنٹ نے اس درخواست کو نامنظور کر دیا ہے۔